پنجابیوں سے دو ٹوک بات

عطاء اللہ مینگل کے بیان کا متن۔ صفحہ ۱۹ پر

ہفت روزہ
ذوالفقار
گھوٹکی
ستمبر ۱۹۷۸ء

قیمت ۵ روپے

بلوچستان پر قرطاس ابیض کب شائع ہوگا

شیر محمد مری کا خصوصی انٹرویو
صفحہ ۱۱ پر

کوثر نیازی

کے ساتھی بھاگ رہے ہیں

کوثر نیازی کے ایک شریک کار سابق سینیٹر مسٹر مسعود احمد خان کو محکمہ سماجی بہبود بہاولپور کے مرکز کی دیکھ بھال کرنے والی کمیٹی کا رکن مقرر کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے مسٹر مسعود احمد خان کا نام سول دفاتی انتظامیہ کے متوقع امیدوار کی حیثیت سے لیا جا رہا تھا لیکن قومی اتحاد کی جانب سے کوثر نیازی کی حکومت میں شمولیت کی مخالفت کی وجہ سے یہ امکانات کم ہو گئے۔ جس کی وجہ سے اب کوثر نیازی کے ساتھی پارٹی چھوڑ کر پیپلز پارٹی میں دوبارہ شمولیت اختیار کرنے کے امکانات کا جائزہ لے رہے ہیں۔ ایک اطلاع یہ بھی ہے کہ کوثر نیازی گروپ کے ارکان کی اکثریت عنقریب حکومت میں شامل قومی اتحاد میں شمولیت اختیار کر لے گی۔ مسعود احمد خان نے تو گذشتہ چھ ماہ سے مولانا سید ابو اعلیٰ مودودی کی کتابوں کا بڑی باقاعدگی سے مطالعہ شروع کر دیا ہے۔ جماعت اسلامی بہاولپور کے ایک اہم رکن حکیم محمد سعید سابق سینیٹر مسعود خان کو تفہیم القرآن سمجھانے میں مدد بھی دے رہے ہیں۔ مقامی جماعت اسلامی جناب مسعود خان کی مشرف با جماعت ہونے کی کوششوں سے خاصی متاثر ہے۔ اسی لئے جماعت نے جناب مسعود خان کو حکومتی تنظیموں میں شمولیت کے لئے اہل قرار دے دیا ہے۔

بشیر اطہر
بہاول پور

قرطاس ابیض، نوکرشاہی کا بھونڈا مذاق

بہت دنوں سے شور مچا ہوا تھا کہ بھٹو کے سیاہ کارناموں کے بارے میں ایک قرطاس ابیض پیش کیا جائے گا۔ بقول جنرل چشتی جسے قوم پڑھ کر مارے غم اور شرمندگی کے اپنے گھر کے دروازے بند کر کے رہنے لگی اور پھر بھٹو ہمیشہ کے لئے قومی افق سے غائب ہو جائیں گے۔ بڑا انتظار کیا کہ خدا معلوم قرطاس ابیض میں کیا کیا انکشافات ہوں گے۔ غالباً کوئی ایٹم بم ہو گا جس کے پھٹنے سے پاکستانیوں کے دل پھٹ جائیں گے۔ مگر شومیِ قسمت کہ قرطاس ابیض نوکرشاہی کے سفید جھوٹ کا پلندہ ثابت ہوا۔ جسے قوم نے درخور اعتنا نہ سمجھا۔ اگر قرطاس ابیض پر لاکھوں روپے برباد کرنا ہی تھا تو کم از کم پی این اے کی دھاندلی کا بھی کچھ ذکر ہو جاتا جو پاکستانیوں کے ذہن میں محفوظ ہے۔ پی این اے نے ڈالروں کے بل بوتے پر کس طرح دھاندلیاں کروا کر اس کا الزام بھٹو کے سر تھوپ دیا تھا۔ پہلے انتخابات کے لئے بڑا اداویلا تھا۔ مگر اب جیسے انہیں سانپ سونگھ گیا ہے۔ انتخابات کا کہیں نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ شکست خوردہ پی این اے کو اب بخوبی علم ہے کہ کاٹھ کی ہنڈیاں بار بار نہیں چڑھا کرتیں۔ اس لئے چور دروازے سے اقتدار میں شامل ہو گئے ہیں۔ اور قوم کے دردسنے انہیں کرسیوں پر لا بٹھایا ہے۔ انہیں بخوبی علم ہے کہ وہ انتخابات کے ذریعے کبھی اقتدار میں نہیں آ سکتے۔ جب بھی الیکشن ہوں گے۔ تو پیپلز پارٹی اسی آن بان سے جیتے گی۔

بنت کوہستانی

بیگم نون اور پروفیسر اینڈ کمپنی

بیگم نون اور ان کے ہمنواؤں کے بجائے پروفیسر اینڈ کمپنی کو وزارت کی ملازمت دینے سے چنداں فرق نہیں پڑا۔ موجودہ کابینہ اور پچھلی کابینہ کی نوعیت میں فرق اس لئے نہیں ہے کہ دونوں عوام کی منتخب نہیں ہیں۔ بلکہ مارشل لاء کے زیر سایہ بنائی گئی ہیں۔ جو عوام کی نہ تو مسائل حل کر سکتی ہیں اور نہ ان کے توقعات پر پوری اتر سکتی ہیں۔ ملک جس بحران سے گذر رہا ہے۔ اس میں عوام کے اعتماد کی اشد ضرورت ہے۔ اور وہی حکومت دیرپا ہو سکتی ہے جو محنت کش طبقات کی نمائندہ ہو۔ لہٰذا اقتدار عوام کو منتقل کیا جائے سیاسی سرگرمیوں کی مکمل آزادی دی جائے۔ بیروزگاری، مہنگائی اور تشدد کو ختم کیا جائے۔ تمام گرفتار مزدوروں طلبہ کسانوں اور صحافیوں نیز قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو کو رہا کیا جائے۔ نیز نصرت بھٹو اور آنسہ بے نظیر بھٹو پر لگائی گئی پابندیاں ختم کی جائیں۔

میاں تاج محمد امر۔ پشاور

عوام سے مذاق بند کریں

آج کل پاکستان کے عوام کے ساتھ جو مذاق پی این اے کی رجعت پسند پارٹیاں کر رہی ہیں۔ وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ حالانکہ نظام مصطفےٰ کے ساتھ ان لوگوں کی کوئی دلچسپی نہیں تھی محض کرسیوں کی خاطر یہ حربہ استعمال کیا گیا تھا۔ جواب ان رجعت پسند پارٹیوں کو مل گئی۔ اب مفتی محمود اور نصر اللہ کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ مظلوم عوام کا نام لیں۔ کبھی جمی کارٹر کو خوش کرنے کے لئے افغانستان کے خلاف بھی بات کرتے ہیں کیوں کہ انقلاب سے پہلے افغانستان میں حکومت داؤد کا تھا جس میں نظام مصطفےٰ رائج تھا۔ میں مفتی اور مودودی اور نصر اللہ پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ پاکستان کے عوام میں اب اتنا شعور ہے جو رجعت پسند اور انسان دوست پارٹیوں کا تمیز کر سکے۔ ایسے حالات میں بائیں بازو کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونا چاہئیے۔ یہی وقت کا تقاضہ ہے۔

عبدالقدوس شالیزئی درکر
ژوب بلوچستان

ملک کو کیا دیا

آپ نے ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو اقتدار پر قبضہ کیا اور اعلان کیا کہ آپ ۹۰ دن میں الیکشن کرا کر اقتدار عوامی نمائندوں کے حوالہ کر کے واپس بیرکوں میں چلے جائیں گے۔ اس کے بعد آپ نے یہ اعلان فرمایا کہ حالات الیکشن کے لئے سازگار نہیں۔ ویسے تو آپ نے بڑے بڑے وعدے کئے جو آج کیا اس سے کل منحرف ہو گئے جس کی وجہ سے بیرون ملک پاکستان کی ساکھ کو سخت دھچکا لگا۔ آپ بھٹو کے معاملے میں قطعی غیر جانبدار نہیں ہیں آپ کی بھٹو دشمنی سب پر عیاں ہو گئی ہے۔ موجودہ حکومت کے کارناموں میں ایک کارنامہ وائٹ پیپر کی اشاعت ہے۔ ریڈیو ٹی وی اور مقبوضہ اخبارات اس کارنامے کی تشہیر میں دن اور رات ایک کئے ہوئے ہیں۔ کسی پر بندشیں لگا کر اسکی مخالفت میں جو کچھ بھی شائع کروائیں اس کی دنیا والوں اور ملک کے اندر رہنے والوں پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اگر آپ واقعی غیر جانبدار ہیں تو بھٹو کو بھی اپنے شائع کردہ وائٹ پیپر کا جواب دینے کا موقع فراہم کریں۔ پاکستان کی سلامتی کے نام پر آپ سے گذارش ہے کہ خدارا جلد سے جلد الیکشن کرا کر آپ اپنی غیر جانبداری کا ثبوت دیں۔ آپ بہرحال ان لوگوں کے لئے فرشتہ رحمت ہیں جنہوں نے اسلام کے نام کو چور دروازے سے منصب وزارت حاصل کرنے کے لئے نام نہاد تحریک کا سہارا لیا۔ اس وزارت میں ایسے لوگ بھی لئے گئے جن کے خلاف مقدمہ قتل زیر سماعت ہے۔ آپ کے نامزد کردہ یہ وزیر پچاس سال بھی عوامی ووٹوں سے الیکشن جیت کر وزیر نہیں بن سکتے تھے۔ اقتدار کے ان بھوکوں نے اسلام کے نام پر اپنا مقصد تو حاصل کر لیا۔ رہا ان کا مستقبل تو یہ سب ہی جانتے ہیں کہ جس کا ماضی تاریک رہا ہو وہ مستقبل کے تابناکی کا خواہش کس طرح کر سکتا ہے۔

شفیق الحسن ۔ الریاض
سعودی عرب

مسائل کا واحد حل

۵ جولائی کو جب چیئرمین بھٹو عوام سے جدا ہوئے اس دن کے بعد تمام اخباروں اور رسالوں نے ان کی کردارکشی میں ایک دوسرے سے بڑھ کر کام لیا۔ اس وقت بائیں بازو کے حامی رسائل اور جرائد نے کمال جرأت کا مظاہرہ کیا اور اس پروپیگنڈے کا مقابلہ کیا آپ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ آپ کا رسالہ میں عرصہ سے متواتر پڑھ رہا ہوں۔ آپ نے الفتح کے ذریعے میں عوام کو حقائق سے روشناس کرایا۔ لیکن جھوٹ کے علمبرداروں کو جب سچی باتیں کڑوی لگیں تو انہوں نے الفتح پر پابندی لگا دی۔ عوام کے رسالے کو عوام سے دور کر دیا گیا۔ آزادیٔ صحافت کے دعوے داروں کی آزادی صحافت کا پتہ چل گیا۔ کیوں کہ الفتح کے ساتھ ساتھ روزنامہ مساوات اور ہفت روزہ معیار پر بھی پابندی لگ چکی تھی۔ اور حالات کا صحیح جائزہ پیش کرنے والا اور کوئی رسالہ نہ تھا لیکن آپ لوگوں کی ہمت کی داد دینی پڑتی ہے کہ آپ نے ہار نہ مانی اور الفتح کو مختلف جرائد کی شکل میں پیش کرتے رہے ہیں۔ آج جو بھی اپنا حق مانگتا ہے اس کو کوڑے لگ رہے ہیں۔ اس ملک میں پہلی بار صحافیوں کو بھی کوڑوں کی شرمناک سزا دی گئی۔ آج ملک میں طالب علموں، صحافیوں محنت کشوں کو کوڑے لگائے جا رہے ہیں۔ لیکن چور ڈاکوؤں لٹیروں کو کھلی چھٹی ہے۔ انہیں کچھ نہیں کہا جا رہا ہے۔ سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کو کھلی چھٹی ہے وہ غریب مزارعین اور مزدوروں پر ظلم و ستم توڑ رہے ہیں۔ انہیں کچھ نہیں کہا جا رہا ہے۔ عوام کو روزمرہ کی اشیاء نہیں ملتی رہیں۔ قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ اب تو قومی اتحاد حکومت میں شامل ہو گیا ہے۔ ان سے عوام کو یہ سوال کرنا چاہئیے کہ ۱۹۷۱ء کی قیمتیں واپس لانے کی باتیں کرتے تھے ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کی قیمتیں ہی واپس لے آؤ تو تمہارا کارنامہ ہو گا۔ آج کل کے حالات کا واحد حل انتخابات ہیں۔ اس کے علاوہ بائیں بازو کی جماعتوں کو آپس میں ایک ہو جانا چاہیئے۔

عنایت اللہ، ہری پور، ہزارہ

قرطاس ابیض۔ جھوٹ کا پلندہ

جھوٹ کا دوسرا پلندہ، مزدوروں کے خون پسینے کو ضائع کرنے کا دوسرا موقعہ قرطاس ابیض دیکھا۔ لیکن عوامی حکومت پر فوجی جنتا کا یہ تیر بھی کارگر ثابت نہیں ہو گا۔ کیوں کہ کون نہیں جانتا کہ صحافیوں کے وقار کو سب سے بڑا دھچکا کس نے لگایا۔ کیا یہ بھٹو تھا جس نے صحافت کی آزادی سلب کرنے کے لئے صحافیوں کی ننگی پیٹھوں پر کوڑے مارے اور ان کو ان کی روزی سے صرف اس وجہ سے محروم کر دیا کہ وہ آزادیٔ صحافت اور روزگار کے تحفظ کا حق مانگتے ہیں۔ صحافیوں اور پریس کارکنوں کے ساتھ موجودہ حکومت کے بہیمانہ سلوک کے سامنے قرطاس ابیض معنیٰ ہے۔

خان غواص صادق
مردان۔

ہفت روزہ

ذوالفقار

گھوٹکی

جلد : ۱۵

شمارہ : ۶۶۵

۸ ستمبر ۱۹۷۸ء

قیمت ۳ روپے

ایڈیٹر

وہاب صدیقی

قائم مقام ایڈیٹر

واحد بشیر

کالم نگار

حسین نقی

وقائع نویس

شبیہہ محسن

انتظامی امور

حاجی عادل

سرورق

سعید الدین حسین

خاص مضامین

اسلام آباد

ذوالفقار حیدری

ضلعی نمائندے

تھرپارکر

محبوب احمد

خیرپور، سکھر

جیکب آباد، لاڑکانہ

کامران ابڑو

سانگھڑ

ایاز سندھی

ٹنڈو الہ یار

کامل سموں

ملتان

ناصر زیدی

فیصل آباد

طارق سعید

گوجرانوالہ

محمد افضل جنجوعہ

ٹوبہ ٹیک سنگھ

غیاث الدین جانباز

سرگودھا

الطاف چغتائی

دھاڑے

احسان ملک

گوادر

سلیمان شیردل

میانوالی

روشن ملک

آزاد کشمیر

سید نذیر گیلانی

غیر ممالک

پیکنگ

رشید بٹ

ماسکو

محمد زاہد

کینیڈا

سعید ابن سعود

لندن

عبدالحفیظ قریشی

یورپ: فاروق طارق

متحدہ عرب امارات

مقیم دوبئی

غلام جیلانی

صوبائی نمائندے

سندھ مقیم حیدرآباد

احسان عظیم

پنجاب مقیم لاہور

کاشف

سرحد مقیم پشاور

امان تاجک

بلوچستان مقیم کوئٹہ

ناصر عرفات

چیف ایڈیٹر

سید اظہر گیلانی

اے اے گیلانی

پبلشر پرنٹر نے سید پریس

گھوٹکی سے چھپوا کر

آلِ ابرہہ سے خطاب

کل یوم عیدالفطر تھا اور آج یوم دفاعِ پاکستان ہے۔

صالحین کو اس بات پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ ہم نے روز عید سعید پر مبارک سلامت کے ڈونگرے برسانے کی بجائے یہ طرزِ گفتگو کیوں اختیار کیا؟ لیکن یہ اعتراض صرف ظاہری اور آپ کو دکھلانے کے لئے ہوگا ورنہ وہ اندر سے ... سے پھٹے ہوں گے کہ انہوں نے عام مسلمانوں کے ایک حلقے کو عید کی خوشیوں سے محروم کر کے کتنی زبردست ... حاصل کی ہے۔ ان کی یہ خوشی بجا بھی ہو گی کہ اپینک۔ پی ایف یو جے اور عوامی جدوجہد کمیٹی کی مشترکہ اپیل پر عام مسلمانوں کے ایک حصّے نے یومِ عیدالفطر کو یومِ احتجاج کے طور پر منایا اور ان کروڑوں لوگوں میں شامل ہوئے جن کے لئے عید پریشانیاں اور دکھ لے کر آتی ہے۔ جو یا تو قرضوں کے بوجھ تلے دب کر جھوٹی خوشی مناتے ہیں یا پھر ان کے افلاس کے وارث بچوں کو سرد آہوں اور ڈبڈبائی آنکھوں سے جھوٹی تسلیاں دیتے اور بہلانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اخبارات کے عید ایڈیشن میں "صالحین" کے سرخیلوں میں سے دو مارشل لائی وزیروں کے بیانات زخمی دلوں پر نمک پاشی کرتے نظر آئے۔ جناب محمود اعظم نے ٹی وی کے پروگراموں یعنی رقص کے پروگرام "پائل" اور کلاسیکی موسیقی کے پروگرام، کے بارے میں زہرافشانی فرمائی۔ یہ کچھ ایسی ہی بات ہوتی کہ پاکٹ یونین کا کوئی عہدیدار اکاؤنٹنٹ محمود اعظم فاروقی کو یہ مشورہ دے کہ کھاتے کس طرح مرتب کئے جائیں۔ ٹیکس کی اونچی شرحوں سے بچنے کے لئے کیا ہتھکنڈے اختیار کئے جائیں اور منافع کی شرح کو گھٹا کر مزدوروں کو کم سے کم مراعات پر کیسے ٹرخایا جائے۔ اس تمام کاروبار کے ماہر جناب محمود اعظم فاروقی اس حقیقت سے واقف ہوں گے کہ جمع، تفریق، ضرب، تقسیم اور ان کے ساتھ پہاڑے اس میدان میں اتنے ضروری ہیں کہ ان کے بغیر ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا جا سکتا۔ حتیٰ کہ الجبرا بھی اس کے بغیر نہیں چل سکتا۔ تو جناب کلاسیکی رقص و موسیقی وہ بنیاد ہے جس پر انسانی جذبات کے خوب صورت اظہار کی ساری صورتیں تشکیل پاتی ہیں۔ لیکن اس بارے میں ہمیں فاروقی صاحب سے کوئی گلہ نہیں اس لئے کہ اگر زندگی، انسانیت، صداقت اور حسن سے بیر نہ رکھتے تو وہ "صالحین" کے سرخیل کیسے بنتے۔ یہ تو انہیں کا حصّہ ہے کہ طلبہ، مزدوروں اور ہاریوں پر کھلے بندوں اور عقوبت خانوں میں ہونے والے تشدد کو نہ تو ان کی آنکھیں دیکھ سکتی ہیں نہ کان سن سکتے ہیں اور شاید ان ہی جیسے لوگوں کے لئے بتایا گیا ہے کہ ان کے قلوب پر مہریں لگا دی گئی ہیں۔

"صالحین" کے دوسرے سرخیل پروفیسر غفور صاحب نے بھی یہ ستم ظریفی فرمائی کہ نظریۂ پاکستان کے مخالفین سے سختی سے نمٹنے کا اعلان فرمایا۔ کیسی عجیب بات ہے کہ قیام پاکستان کے کٹر مخالفین میں سے ایک ان لوگوں کو نظریۂ پاکستان کا مخالف قرار دیں جنہوں نے تحریکِ پاکستان میں دل وجان سے حصّہ لیا اور بے مثال قربانیاں دیں۔ شاید "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" کا اس سے بہتر مظاہرہ اور کوئی نہ ملے۔

ایذا رسانی کا ایک اور طریقہ بھی بطور عیدی مجاہدینِ صحافت کے حصّے میں آیا۔ اعلان کیا گیا کہ پچھلے چار ہفتوں میں مظاہرے کے سلسلے میں گرفتار ہونے والوں کو رہا کیا جا رہا ہے۔ مگر محمود اعظم فاروقی جیسے حساب داں اور پروفیسر خورشید جیسے ماہرِ اعداد و شمار کی کرشمہ کاری کہ اس مدت میں گرفتار ہونے والے سو سے زائد مجاہدینِ صحافت کی تعداد گھٹ کر پچاس رہ گئی۔ اور ان پچاس افراد کو بھی باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت ایسے وقت رہا کیا گیا کہ وہ نمازِ عید سے قبل اپنے گھروں کو نہ پہنچ سکیں۔ اور انتظار اور کوفت کی صورت میں سزا ان کے لواحقین کو بھی دی گئی۔

آلِ ابرہہ کان کھول کر سن لے کہ اس کے ہاتھیوں کے لئے کمزور ابابیلیں ننھے ننھے کنکر لے کر بلند ہو رہی ہیں تم انہیں کمزور اور حقیر سمجھتے رہو کہ یہی کج فہمی تمھاری تباہی کی راہ ہموار کرتی آتی ہے۔ کر رہی ہے اور کرتی رہے گی۔

یوم دفاع مناتے ہوئے یہ ضرور سوچئے کہ "صالحین" ان کے رفقاء اور ہمدرد ملک اور اس کے دفاع کو کس طرح مضبوط کر رہے ہیں!

مودودی جماعت کے ساتھ قومی اتحاد کی قیادت پر قابض ہو چکے ہیں

اقتدار پر جماعت اسلامی کی گرفت مضبوط ہو رہی ہے

جماعتیے وہ مارشل لاء وزیر خورشید احمد دس سال تک حکومت کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں

حسین نقی

جماعت اسلامی کے خالق مولانا مودودی اپنی شدید علالت کے باوجود لگتا ہے اپنی ریٹائرمنٹ سے واپس آ گئے ہیں اور انہوں نے پاکستان میں بسنے والے "اسلامی مدبر" کا نمائشی "عہدہ" ترک کر کے عملاً دوبارہ جماعتِ اسلامی کی امارت سنبھال لی ہے۔ اب تقریباً تمام اہم فیصلے مولانا خود فرماتے ہیں اور جماعت کے منشور کی خلاف ورزی کے باوجود ان کے ان فیصلوں پر عملدرآمد ہوتا ہے۔

باخبر حلقوں کے مطابق اگر مولانا مودودی اپنا سارا وزن کابینہ میں شمولیت پر نہ ڈالتے تو قومی اتحاد کو اس فیصلہ پر مجبور نہ ہونا پڑتا، مرکزی کابینہ کے ارکین کے انتخابات میں بھی ان کی رائے ہی کو دخل تھا اور ان کے برخوردار، پروفیسر خورشید احمد کی کابینہ میں دوسرے چور دروازے سے شمولیت اور منصوبہ بندی کے ڈپٹی چیئرمین کے عہدے پر براہِ راست تقرری بھی مولانا مودودی کی اقتدار پر قبضے کی مہم کا ہی حصہ ہے۔ قومی اتحاد کے حلقے اس صورتِ حال پر تشویش کا اظہار کر رہے ہیں۔ کیوں کہ معاشیات میں خورشید صاحب کا قومی سے یا بین الاقوامی سطح پر کوئی ذکر نہیں آتا۔

حقیقتاً مولانا مودودی نے مولانا مفتی محمود سے قومی اتحاد کی سربراہی بھی چھین لی ہے۔ اور انہوں نے قومی اتحاد کی جماعتوں کے درمیان وزارتوں کی تقسیم میں بھی ردوبدل کر دیا پروفیسر خورشید کی تقرری کے سلسلے میں تو ان سے مشورہ تک لینے کی زحمت گوارا نہ کرنا پڑی کیوں کہ ان کو جنرل ضیاء الحق صاحب نے بذاتِ خود بطور ایک ماہر کے کابینہ میں شامل کیا ہے حالانکہ پروفیسر خورشید جماعت کے باقاعدہ رکن ہیں۔ اور بیرونِ ملک جماعت کے کرتا دھرتاؤں میں ان کا اہم مقام ہے جماعتِ اسلامی کی ہندوستانی شاخ سے بھی مولانا مودودی کے رابطے میں ان کا کردار انتہائی اہم ہے۔ ان کی "معاشی مہارت" خصوصاً مولانا مودودی کی اس تلقین اور جماعتِ اسلامی کی ہدایت کے بعد کہ جماعت والے اقربا پروری سے مکمل اجتناب کریں۔ ہمیں بھٹو صاحب کی اقتدار سنبھالنے کے بعد والی وہ تقریر یاد آئی جس میں انہوں نے یہی باتیں کہی تھیں ماسوائے اس کے کہ کوئی ان کا "باہنر چچازاد" ہو۔ لیکن ایک بات تو تھی کہ بھٹو نے اپنے "باہنر" اور "باصلاحیت" چچازاد کو عہدہ دینے کا ذکر خود ہی کر دیا تھا لیکن جماعت نے اور خود مولانا مودودی نے تو تلقین فرمائی تھی کہ اقربا پروری بالکل نہ کی جائے۔ پھر پروفیسر خورشید کا تقرر آپ کس زمرے میں ڈالیں گے، مولانا؟۔

جماعت کے لوگ اگر مولانا مودودی سے یہ پوچھیں کہ حضرت آپ نے یہ اقربا پروری کیوں فرمائی تو وہ یہ صاف کہہ سکیں گے۔ حالانکہ میں نے خورشید میاں کا تذکرہ بھی کبھی جنرل صاحب سے نہیں کیا، اب یہ جنرل ضیاء کا اپنا حسنِ انتخاب ہے کہ [illegible] پر بیٹھتی ہے۔

یہ تو پروفیسر خورشید صاحب کا تعارف آپ حضرات سے کرانا مقصود تھا۔ اب آئیے پروفیسر صاحب کے ارشادات عالیہ کا بھی کچھ تذکرہ ہو جائے کہ موصوف لاہور تشریف لائے تھے اور ٹرسٹ کے مقامی انگریزی روزنامے نے مولانا مودودی سے پروفیسر خورشید کے رشتے کی نزاکت کو گرہ میں باندھتے ہوئے ان کے بیان پر توصیفی اداریہ تحریر کروا اور چھپوا کر [illegible] کر دیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں پریس ٹرسٹ کا وجود آپ دیکھیں گے کہ "اسلامی نظام" کے قیام کے لئے بے حد ضروری ہو جائے گا اور اسکو توڑنے کے وعدے بھلا دیئے جائیں گے۔ ہاں "ذرائع ابلاغ سے نظریہ پاکستان کے دشمنوں کی بیخ کنی" الگ بات ہے۔

پروفیسر نے بتایا ہے کہ انہوں نے "اسلامی معیشتوں" پر تحقیق شروع کرا دی ہے اور بحیثیت مسلمان اور "ماہر معاشیات" (اپنے متعلق پروفیسر صاحب کی یہ تحقیق واقعی بہت دلچسپ ہے) انہوں نے فرمایا کہ وہ سود پر مبنی نظام معیشت کو استحصال کا ذریعہ خیال کرتے ہیں۔ شکر ہے کہ وہ مولانا مودودی کے اس قدر قریب ہیں ورنہ ان پر اشتراکی ہونے کا الزام لگانے میں میاں زاہد سرفراز سب سے آگے آگے ہوتے لیکن میاں زاہد کی تسلی کا بندوبست پروفیسر صاحب نے اگلے ہی

جملہ میں فرما دیا ہے یہ کہہ کر کہ وہ سود کے نظام کو "رفتہ رفتہ" ختم کریں گے ۔

میری سمجھ میں جس طرح آپ کی سمجھ میں بھی یہ بات نہیں آتی ہے کہ بے دین کمیونسٹوں نے تو افغانستان میں حکومت سنبھالتے ہی سودی نظام ختم کر دیا لیکن ہمارے یہاں مولانا مودودی کے خانوادے سے تعلق رکھنے والے "اسلامی فکر و ذہن" سے آراستہ پروفیسر خورشید یہ نیک "اسلامی اقدام" "رفتہ رفتہ" کریں گے ۔ کیوں بھائی، ادھر بھی تو سعودی نظام ختم کر د ۔

ایک اور بات جس کو پڑھ کر ہم خوش ہوئے وہ یہ تھی کہ پروفیسر خورشید غیر ملکی امداد کو پسند نہیں فرماتے اور خود انحصاری پر زور دیتے ہیں اور یہ کہ غیر ملکی امداد پانے والے کے لئے ایک طوق کی حیثیت اختیار کرتی ہے ۔ لیکن اس ضمن میں کوئی عملی اقدام ۔ ہم تو ہر روز سن رہے ہوتے ہیں کہ فلاں ملک سے امداد طلب کی جا رہی ہے ۔ کنسورشیم سے پیسے مانگے گئے ہیں ۔ ورلڈ بنک نے کتنے کروڑ دینا منظور کر لیا ہے ۔ دیکھنا ہے کہ یہ سلسلہ کس دن پروفیسر خورشید بند کراتے ہیں ۔ خیر یہ جو بغیر اطلاع کے خواجہ صفدر صاحب نئی دہلی پہونچ گئے (اور ہمیں نئی دہلی سے پتہ چلا حالانکہ ہم سوچ رہے تھے کہ پروگرام کی خبر آئے گی) اور دس ہزار ٹن گیہوں کے بیج کی درخواست ہندوستان سے کر رہے ہیں یہ تو امداد کے ضمن میں نہیں آتا ۔ تقریباً چھ ہزار ٹن گندم کا بیج دینا ہندوستان نے منظور بھی کر لیا ہے جس کے لئے خواجہ صفدر صاحب نے نہایت فخر سے لاہور کے اخبار نویسوں کو یہ بتانا ضروری سمجھا کہ ہم نے یہ گندم بازار کے بھاؤ خریدا ہے ۔ مفت نہیں لیا نہ ہی رعایتی قیمت پر لیا ہے ۔

بہر حال پروفیسر خورشید نے مسلم ممالک اور غیر مسلم ممالک کی امداد میں تمیز رکھی ہے کیوں کہ مسلمانوں کا مال ہمارا اپنا ہی مال ہے یہ اور بات ہے کہ مسلم ممالک ایسا سمجھتے ہوں یا نہ سمجھتے ہوں کیونکہ ہماری پے در پے کوشش کے باوجود اور اسلام کے لئے ہمارے حکمرانوں کی عقیدت کے بار بار اعلانات کے باوصف اعداد و شمار یہ بتاتے ہیں کہ محض سعودی عرب نے تین سو ستر بلین ڈالر امریکہ میں لگائے ہوئے ہیں یعنی جو پاکستان جتنے دس ممالک کی تقدیر بدل سکتے ہیں ۔ پھر بھی پروفیسر خورشید نے ترقی پذیر ممالک کے لئے عرب امداد کو سراہا ہے اور بتایا کہ جب کہ امریکہ اور یورپی ممالک اپنی قومی آمدنی کا محض اعشاریہ تین سات ۰٫۳۷ فیصد یعنی ½ آدھی فیصد سے بھی کم امداد دیتا ہے، عرب ممالک اپنی آمدنی کا ۴ فی صد دیتے ہیں ۔ سوشلسٹ ممالک کا ذکر چونکہ

[illegible] یہ بہتر ہم بھی یوں کریں ۔ یہ بھی کوئی امداد ہے کہ مشین سازی، سیمنٹ اور شکر کے کارخانہ بنانے کی مشینیں، آلات اوزار، ہتھیار، فولاد بنانے کے لئے امداد دی جائے !!!

لیکن جو بات پروفیسر نے سب سے اہم کہی اور جسے آپ غور سے سنیں وہ یہ تھی کہ جنرل ضیاء صاحب نے قوم کو ایک نئے راستے پر ڈالا ہے اور وہ راستہ ہے "معاشی پیداوار میں اضافہ اور سیاسی استحکام" ۔ پھر انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ انہیں کوئی وجہ نظر آتی کہ قوم پانچ سے دس سال میں خود کفیل نہ ہو جائے اور ترقی پذیر ممالک کے لئے ایک قابل تقلید مثال بن جائے یہی نہیں پروفیسر خورشید کے عزائم ذرا زیادہ دور رس ہیں ان کا خیال ہے کہ پاکستان ترقی پذیر ممالک کو معاشی ترقی کے لئے راہنما اصول دے سکتا ہے ۔ اس سے چند باتیں سمجھ میں آتی ہیں، ایک تو یہ کہ پروفیسر صاحب کا یہ خیال ہے کہ پانچ دس سال تک تو جنرل ضیاء کے طے شدہ راستے پر اس ملک نے چلنا ہے اور اس میں معاشی منصوبہ بندی کی ذمہ داری جماعت اسلامی کے ہاتھوں میں یعنی ان کے اپنے ہاتھوں میں رہے گی اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پاکستان ترقی پذیر ممالک کے لئے ایک مثال بن جائے گا اور پھر ترقی پذیر ممالک پروفیسر خورشید کے تیار کردہ معاشی ترقی کے راہنما اصولوں پر گامزن ہو جائیں گے خیالات پروفیسر صاحب کے کافی نیک معلوم ہوتے ہیں ۔ لیکن بہتر ہوگا کہ لمبی باتیں سوچنے کے بجائے کچھ ناک کے سامنے کی ضرورتوں پر موصوف توجہ دیں ۔ ان کے سامنے وہ پنج سالہ منصوبہ پڑا ہوا ہے جو جنرل ضیا صاحب کے راہنما اصولوں کے مطابق غیر اسلامی معاشی اصولوں کے ماہرین نے بنایا ہے جس کے لئے "امداد" کے علاوہ سرمایہ کی فراہمی کا اور کوئی راستہ نہیں اور جس میں سودی نظام سے ہمارا انتھی رہنا لازم و ملزوم ہے یا جو گیدڑ سنگھی پروفیسر صاحب کے پاس موجود ہے اسے سامنے لائیں کہ منصوبے کے لئے اکیس ہزار کروڑ روپے کا سرمایہ کس ذریعہ سے فراہم ہوگا ۔

اسے بھی چھوڑیئے آئندہ ایک سال کے لئے ان کے معاشی منصوبے کیا ہیں؟ اور یہ بھی غالباً زیادہ مدت کی بات ہے پہلے کچھ راہنما اصول وہ ہماری موجودہ معیشت کو سنبھالا دینے کے لئے وضع فرمائیں تاکہ ان کے ہم جماعتی پروفیسر غفور احمد کی تحویل میں پیداوار کی وزارت کے تحت چلنے والے ادارے اور میاں زاہد سرفراز کی اسلامی سرمایہ دارانہ تجارت اور جناب جنرل ضیاء صاحب کے پاس تا حال موجود

بقیہ صفحہ ۴۹ پر

استغاثہ کا ایک اور گواہ

نواب محمد احمد خان کے قتل کے سلسلے میں ایک اور وعدہ معاف گواہ کا اضافہ ہو گیا ہے اور ممکن ہے کہ ہمارے دوست بیرسٹر اعجاز حسین بٹالوی اس گواہ کو پیش کرنے کے قانونی جواز تلاش کر رہے ہوں ۔ یہ گواہ ہیں مسز اندرا گاندھی سابق وزیر اعظم ہند و فاتح مشرقی پاکستان ۔ موصوفہ نے ایک تازہ ترین خبر کے مطابق یہ فرمایا ہے کہ انہیں یقین ہے کہ سابق وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو نے اس قتل کا حکم دیا تھا جس کے لئے انہیں لاہور ہائی کورٹ نے موت کی سزا دی ہے ۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ جو پاکستانی انہیں ملنے آئے انہوں نے کہا ہے کہ بھٹو کو ضرور پھانسی دی جائے گی ۔ ہماری معلومات میں یہ فخر ہمارے دوست رفیق ڈوگر کو بھی حاصل ہوا تھا جو اندرا گاندھی سے ایک انٹرویو بھی لائے تھے اور وہ مجیب الرحمٰن شامی کے بادبان کے پہلے شمارہ میں شائع ہوا تھا ۔ اسکی ادائیگی کا جھگڑا ابھی اب تک چل رہا ہے کہ رفیق ڈوگر کہتے ہیں کہ انہیں اسلامی شامی نے پورے پیسے نہ دیئے اور شامی کہتے ہیں کہ پورے ایک ہزار روپے نقد دیئے تھے ۔ بہر حال جب اندرا گاندھی کو یقین ہے تو پھر مسعود محمود وغیرہ کی گواہیوں کی کیا ضرورت ہے ۔ ایک ذرا مسز اندرا گاندھی نے دیر کر دی کہ اب گواہ گذر چکے ہیں ۔ اپیل کی سماعت میں بھی اب صرف وکیل سرکار کی جرح باقی ہے ۔ پھر بھی اگر کوئی راستہ نکلتا ہے تو اعجاز بٹالوی صاحب کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے ۔ دیکھیئے ملاقات ہوئی تو ان سے دریافت کروں گا کہ بین الاقوامی شہرت یافتہ اور انسانی حقوق کی عظیم علمبردار اندرا گاندھی بھی ان کے مقدمے کی گواہ ہیں اور یہ گواہ اب اعدالت میں کیسے "گذارا" جا سکتا ہے ۔!!

اسلام آباد ▬▬ **ذوالفقار حیدری**

گندم کی قیمت خرید میں اضافہ
اشیائے ضرورت کی قیمتوں میں اضافے کا جواز

نیازی کا پھنسی گروپ پھر ہاتھ پاؤں مارنے لگا ہے

وزیر اطلاعات کی تقریب میں ۲۰ فیصد صحافی اور باقی برخوردار نورِ چشم اور راحتِ جان

مارشل لا کابینہ نے آئندہ فصل کے لئے گندم کی قیمت خرید میں اضافہ کر دیا ہے۔ اس فیصلے کا اثر ابھی سے قیمتوں پر پڑنا شروع ہو گیا ہے۔ مارشل لا لگنے کے بعد یوں بھی مختلف اشیائے ضرورت کی قیمتیں آسمان تک جا پہنچیں مگر اب تو قیمت بڑھانے کا جواز فراہم کر دیا گیا ہے۔ پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور ہماری معیشت کا زیادہ تر انحصار زراعت پر ہے۔ زراعت کی بنیادی قیمت بڑھے تو ہر چیز کی قیمت لازماً بڑھتی ہے اس کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ مہنگائی کے چکر میں پھنسے ہوئے عوام مزید مہنگائی کے بوجھ تلے دب گئے ہیں۔ یہ فیصلہ ایسی کابینہ نے کیا ہے جس کے شرکا کی اکثریت نے مارچ ۷۷ء کے انتخابات میں دعوے کئے تھے کہ وہ اشیائے ضرورت کی قیمتیں ۱۹۷۰ء کی سطح پر لے آئیں گے۔ مارشل لا کابینہ کے اس اقدام سے اشیائے ضرورت کی قیمتوں میں ۱۹۷۷ء مارچ کے مقابلے میں اکثر اشیا کے نرخوں میں سو فیصد مہنگائی بڑھی ہے ہمیں مارشل لا کابینہ میں شریک پاکستان قومی اتحاد کے بقراطوں کی تھیوری سمجھ میں نہیں آسکی ہے ہو سکتا ہے کہ وہ یہ دلیل دیں کہ ہم زہر کا علاج زہر سے کر رہے ہیں۔ مہنگائی دور کرنے کے لئے مہنگائی بڑھائی جا رہی ہے۔ ریاضی کے معروف اصول "مائنس، مائنس پلس" پر شاید عمل ہو رہا ہو۔ یہ بات ہو سکتا ہے کہ عوام کی سمجھ میں نہ آئے کہ وہ تو دو اور دو چار کی طرح سامنے کے حالات کا تجزیہ کرتے ہیں ان کی آمدنی محدود ہے۔ مہنگائی نے اس میں ۷۰ فیصد کمی کر دی ہے۔ اب یہ کمی بڑھ کر سو فیصد سے زائد ہو جائے گی۔ بھائیو پریشان مت ہو۔ پاکستان قومی اتحاد نے آپ کے مسائل حل کرنے کے لئے مصمم ارادہ کر رکھا ہے۔ وہ سب سے پہلے اس مسئلے کو جڑ سے ختم کر دینا چاہتے ہیں جو ان تمام مسائل کی جڑ ہے یعنی عوام۔ اگر عام آدمی ہی نہ ہو تو وہ مسائل کا رونا بھی نہیں روئے گا۔

قحط زدہ انسانوں کو روٹی کی جگہ کیک کھانے کا مشورہ دینے والی شہزادیاں اور شہزادے آج بھی موجود ہیں اور اسی اصول پر عمل کر رہے ہیں۔ خود سونے کا چمچہ منہ میں لے کر پیدا ہوتے ہیں انہیں کیا معلوم کہ عام آدمی کے مسائل کیا ہوتے ہیں۔ سرکاری افسران نام نہاد عوامی رائے کے حامل وزرا کو گھسے پٹے بیان پڑھا دیں گے کہ گندم کی قیمت خرید میں اضافہ کا اثر عام آدمی پر ہرگز نہیں پڑنے دیا جائے گا۔ ہم قیمتوں کو کبھی بھی مناسب حد سے آگے نہیں بڑھنے دیں گے۔ سبحان اللہ! آج تک ہم مناسب حد کی وضاحت حاصل کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ بقراطو! گندم کی قیمت خرید بڑھانے کا اثر ابھی سے قیمتوں پر مرتب ہونا شروع ہو گیا ہے۔ ہمیں گندم کی قیمت خرید بڑھائے جانے پر اعتراض نہیں ہے۔ اعتراض یہ ہے کہ اس اقدام کے نتیجے میں جو قیمت بڑھے گی اس کا مقابلہ کرنے کے لئے تنخواہ دار طبقے کی آمدنی میں بھی اضافہ کیا جانا ضروری ہے۔

چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے جب نئی مارشل لا کابینہ سے حلف لیا تو خوشگوار حیرانی ہوئی کہ اس کے باوجود کہ پاکستان قومی اتحاد نے کابینہ میں چار فوجی جرنیلوں کی شمولیت پر رضامندی ظاہر کر دی تھی۔ کوئی جرنیل کابینہ میں شامل نہیں تھا وضاحت جنرل ضیاء الحق صاحب نے اس اقدام کی یہ کی کہ جب اقتدار سیاستدانوں کے حوالے کرنا ہی مقصود ہے تو پھر اس پر ابھی سے عملدرآمد شروع ہونا چاہیئے۔ لوگوں نے تالیاں بجائیں۔ بڑی واہ واہ ہوئی۔ مگر ٹھہرو اصل بات ہم بتاتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ کابینہ میں کوئی فوجی جرنیل شامل نہیں ہے اور یہ صرف سیاستدانوں اور ماہرین پر مشتمل کابینہ ہے مگر جنرل ضیاء الحق صاحب نے بڑی ہوشیاری سے بیوروکریٹ کی صف میں جرنیل شامل کر دیئے ہیں۔ وزارتِ اطلاعات کے سیکرٹری ایک جرنیل۔ وزارت مواصلات کے سیکرٹری ایک جرنیل، اور وزارت تعمیرات ہاؤسنگ کے سیکرٹری ایک جرنیل۔ یہ سلسلہ یہاں ہی ختم نہیں ہو جائے گا۔ ابھی تو بریگیڈیئروں اور کرنیلوں کی ایک فوج کو پولیس میں بطور آئی جی، ڈی آئی جی اور

ایس ایس پی لگائے جانے کے انتظامات کر لئے گئے ہیں۔ کچھ اور ایسے ہی افسروں کے براہِ راست ڈپٹی کمشنر مقرر کئے جانے کا فیصلہ بھی ہونے والا ہے انتظامیہ کے بڑے بڑے مہرے اگر فوج سے ہوں تو کوئی وزیر مشیر یا کوئی اور طرم خان کیا کرے گا۔ کابینہ میں یوں بھی نیاز مندوں کی تعداد زیادہ ہے جو چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر صاحب کی مرضی کے مطابق ہی فیصلے کرنا جزوِ ایمان سمجھتے ہیں۔ اس لئے یہاں بھی خیر کی کوئی امید بہر حال ہمیں تو ہے نہیں۔

وفاقی وزیر اطلاعات و نشریات جماعت اسلامی کے مسٹر محمود اعظم فاروقی نے گذشتہ روز مقامی پریس کلب میں اخبار نویسوں کے ایک گروہ سے خطاب کیا۔ اس خطاب کا اہتمام ایک صحافی نے کیا تھا۔ اپنے دوستوں اور بھروسے کے لوگوں کو ہی دعوت دی گئی تھی۔ ہر شخص سے ۲۰ روپے وصول کئے گئے تھے۔ اخبار نویسوں کی تھوڑی تعداد پر پردہ ڈالنے کے لئے پریس ورکرز اور جماعت اسلامی کے کارکنوں سے کرسیاں بھرنے کی کوشش کی گئی مگر پھر بھی کرسیاں خالی رہ گئیں۔ جن میں سے کچھ پر استقبالیہ میں کھانا فراہم کرنے کے ٹھیکیدار اخبار نویس، ہوٹل کے بیرے اور خانسامے بٹھا دیئے گئے تھے۔ تقریب سنا ہے مختصر ترین عرصہ کے لئے جاری رہی کہ وزیر اطلاعات دیر سے تشریف لائے۔ اس لئے بھی لوگ ابھی ٹھیک سے بیٹھے ہی نہ پائے تھے اور تقریب ختم ہو گئی۔

وزیر اطلاعات و نشریات کی اس تقریبِ دلپذیر کے لئے برخوردار، نورِ چشم راحتِ جان قسم کے اخبار نویسوں کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ سنا ہے صحیح اخبار نویسوں کی تعداد کسی بھی حالت میں ۲۰ سے زیادہ نہیں تھی۔ اتنے اخبار نویس تو راولپنڈی میں کسی معمولی تقریب میں بھی جمع ہو جاتے ہیں۔ جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنے والے اخبار کا کوئی بھی کارکن شریکِ تقریب نہیں ہوا۔ یسس اڈہ سامراج (امریکی شعبۂ اطلاعات) کے پریس لاؤنج کی سہولتوں سے فائدہ اٹھانے والے ٹرسٹ کے اخبار نویس سرکاری خبر رساں ایجنسی کے سرکاری رپورٹر اور جماعت اسلامی کے حامی اور حمایتی اخبار نویس ہی کہ تقریب کی رونق تھے اور ان میں سے بھی سب نہیں آئے تھے۔ فاروقی صاحب آپ وزارت اطلاعات و نشریات کو تو جماعت اسلامی نہ بنایئے کہ جہاں خاص افراد کو ہی داخلے کی اجازت ملتی ہے اور بڑی مشکل سے ملتی ہے۔

پورے ملک میں سوا سال کے سناٹے کے بعد آج کل زبردست شور ہے۔ کان پڑی آواز نہیں سنائی دے رہی۔ جمہوریت دشمنوں۔ عوام دشمنوں، ملک دشمنوں مارشل لا کے ہمنواؤں اور جمہوری اقتدار کے قاتلوں کی فوج ظفر موج مارشل لا حکومت میں گھس گئی ہے ہر شخص اپنی اپنی بولی بول رہا ہے۔ اخبارات پریشان اور ابلاغ کے سرکاری ذرائع پریشان ہیں کہ کیا کریں کیا نہ کریں۔ وزارت اطلاعات و نشریات جماعت اسلامی کے قبضہ میں ہے۔ وہ سرکاری ذرائع ابلاغ کو صالح بنانے کا مصمم ارادہ کئے ہوئے ہے۔ جنرل شیر علی خان کے ذریعے بالواسطہ اس وزارت پر قبضہ کے بعد پہلی بار یہ وزارت جماعت اسلامی کو باقاعدہ مل گئی ہے۔ جماعت اسلامی

کے صالح ان چیف میاں طفیل درفنطیاں چھوڑ رہے ہیں اور وہ ساری کی ساری ریڈیو سے نشر ہوتی ہیں کہ بے چارے مجبور ہیں کہ وزیر اطلاعات بھی میاں صاحب کے ماتحت ہیں۔ آوازوں کے اس شور میں پاکستان پیپلز پارٹی کی مرکزی مجلسِ عاملہ نے بھی اپنا اجلاس اسلام آباد میں منعقد کر لیا۔ مسٹر غلام مصطفےٰ جتوئی کی رہائش گاہ سے تھوڑے ہی فاصلے پر قائم مقام چیئرمین بیگم نصرت بھٹو بھی نظر بند تھیں۔ عوام کے صحیح نمائندے سر جوڑ کر بیٹھے تو باہر حکومت کے کارِ خاص کے افراد بھی سر جوڑے بیٹھے تھے کہ نجانے کیا فیصلہ ہو۔ پیپلز پارٹی نے اپنی قرار داد میں واضح کر دیا کہ اب انتخابات کے وعدوں پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ کمیٹی نے آئین کو اتنے عرصے تک معطل رکھنے کو اس کی منسوخی کے مترادف قرار دیتے ہوئے کہا کہ اگر ایسا ہوا تو اس کے دو نتائج نکلیں گے۔ اول یہ کہ ۱۹۴۷ء کا ایکٹ پھر بحال ہو جائے جو برطانوی حکومت نے منظور کیا تھا۔ اور دوسرے یہ کہ اس آئین میں صوبوں نے اپنی خود مختاری کی جو حدود رضاکارانہ طور پر مقرر کی تھی از سر نو مقرر کرنے کے مطالبے کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو جائیگا۔ کمیٹی کی مسلمہ رائے تھی کہ سپریم کورٹ کے فیصلے کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ آئین کو ڈھائی سال تک معطل رکھا جائے۔

عین اسی روز ہمارے آپ کے دوست مسٹر حیات محمد خان کوثر نیازی عرف مولانا پھینسی نے جو خود کو پھینسی گروپ کا سربراہ کہتے ہیں ایک دعوت میں تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آئندہ سال جنوری میں دونوں گروپ ایک ہو جائیں گے اس تقریر میں پھینسی گروپ کے سربراہ کی تقریر کی ٹون بے حد مختلف تھی اصل میں انہیں کمال اظفر کے جانے کے بعد اور کچھ لوگوں کے آنکھیں دکھانے سے اپنی اوقات کا پتہ چل گیا ہے۔ اسی لئے وہ اب یہ راستے تلاش کرنے میں مصروف ہیں مگر مولوی صاحب کے خلاف تو پارٹی کے صحیح کارکن بہت شروع سے ہی تھے یعنی اس وقت سے جب وہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے ہمراہ گھوما کرتے تھے اور ابھی انہیں پارٹی میں شامل نہیں کیا گیا تھا اور جب وہ پارٹی میں شامل ہو گئے تھے تو بھی کارکن خلاف تھے۔ خود مسٹر بھٹو نے بارہا ان کے بارے میں نجی محفلوں میں کہا کہ وہ "کسی کے ایجنٹ" ہیں۔ بہر حال اب بھی اگر وہی طاقت پھر ان کے ساتھ ہے تو علیحدہ بات ہے ورنہ تو یہ منہ دھو رکھیں کہ انہیں پارٹی میں ادنیٰ کارکن بھی نہیں مقرر کیا جائے گا۔ ویسے مولانا غلام غوث ہزاروی ان کے بارے میں خوب تجزیہ کرتے ہیں۔ کہتے ہیں جب مولانا مودودی بگڑے گئے تو یہ بک گئے تھے، پھر حکومت کے ساتھ شامل ہو کر ان کے خلاف محاذ آرائی کرتے رہے۔ ایوب خان کے زوال کے بعد یہ ایوب خان کے خلاف بکتے رہے۔ اب بھٹو صاحب گرفتار ہیں تو یہ مزے لے رہے ہیں اور ان کے خلاف بکتے اور اپنی قیمت وصول کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ابن الوقتی ان پر ختم ہے۔ وہ انہیں ابن الوقتی کا امام تسلیم کرتے ہیں۔ مولانا غلام غوث ہزاروی ان باتوں سے کبھی نہیں مکریں گے کہ انہوں نے یہ ساری باتیں سابق سینیٹر احمد وحید اختر کے بھائی سے کی ہیں۔ اگر ضروری ہوا تو ہم مولانا غلام غوث ہزاروی کی جانب سے مولانا پھینسی کے بارے میں کی گئی مزید باتیں بھی سب کو بتا دیں گے مگر اس کی بھلا کیا ضرورت ہے ●●

اب اقتدار پر قبضہ کر لیا ہے تو ۷۰ء کی قیمتیں بحال کرو

لاہور

کاشف

بچپن سے سنتے آتے تھے کہ خدا گنجے کو ناخن نہیں دیتا کہ کہیں وہ خود کو لہو لہان نہ کر لے لیکن عملاً چار جماعتوں پر مشتمل پاکستان قومی اتحاد کے خالصتاً سویلین حکومت میں شامل ہونے سے یہ محاورہ غلط ثابت ہو گیا ہے کہ وہ جماعتیں جو گزشتہ تیس برسوں میں اقتدار کے سنگھاسن پر بیٹھنے کے خواب دیکھتی رہیں لیکن عوام نے ان کے خواب ادھورے ہی رہنے دیئے۔

پہلے تحریک استقلال نے پاکستان قومی اتحاد کو داغِ مفارقت دیا، پھر مولانا شاہ احمد نورانی اپنی جمعیت کو لے کر الگ ہو گئے کہ ان کے اتحادی لیڈروں کے ساتھ اصولی اختلافات پیدا ہو گئے تھے، اور ابھی تازہ ترین زخم شیر باز مزاری کی نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی نے لگایا ہے جو حکومت میں شمولیت کے مسئلے پر اتحاد کو خیرباد کہہ گئی ہے۔ خاکساروں کو از خود قومی اتحاد والوں نے ایک طرف کر دیا کہ مرکز میں خان محمد اشرف خان کو کوئی نشست نہ دی البتہ یہ دلاسہ ضرور دے دیا کہ صوبائی حکومتوں میں خاکساروں کو نمائندگی دی جائے گی لیکن خان اشرف بھی خاکسار ٹھہرے۔ انہوں نے خود کو قومی اتحاد کے اس فیصلے سے الگ تھلگ رکھا کہ ان کے مطابق پی این اے سرکاری شرائط پر حکومت میں شامل ہوتی ہے اور جو شرائط اس خط میں پیش کی گئی تھیں جو مولانا مفتی محمود نے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کو لکھا تھا۔ وہ پوری نہیں کی گئیں البتہ وہ رسمی طور پر اب بھی پاکستان قومی اتحاد میں شامل ہیں۔

جماعت اسلامی جس کے بانی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی روزِ اول سے اقتدار کے لئے کوشاں رہے۔ اور پاکستان کے قیام کی مخالفت کرنے کے بعد نہایت ڈھٹائی سے اس پاک وطن میں مہاجرین کر آئے اور اسلام کے نام نہاد ٹھیکیدار بن بیٹھے اور اسی جماعت کے ہیڈ کوارٹر منصورہ کے متعلق مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا تھا کہ "ہمیں نہ تو کہیں سے امداد ملتی ہے اور نہ ہی چیک آتے ہیں، اس لئے ہم تو اپنا کوئی مرکزی دفتر اتنا بڑا نہیں بنا سکتے"۔ اس جماعت کو وفاقی کابینہ میں تین وزارتیں ملی ہیں جن میں مسٹر محمود اعظم فاروقی کو اطلاعات و نشریات، پروفیسر غفور احمد کو پیداوار و کامرس اور چوہدری رحمت الٰہی کو بجلی اور پانی کے اہم محکمے سونپے گئے ہیں۔ چونکہ یہ وزارتیں انہیں مولانا مودودی کے طفیل ملی تھیں اس لئے حلف اٹھانے کے فوراً بعد تینوں جماعتی وزراء نے اسلام آباد سے لاہور کا رخ اختیار کیا۔ تاکہ مولانا مودودی سے آشیرباد حاصل کر سکیں اور آئندہ کے لئے ہدایات بھی کہ اب تو اطلاعات و نشریات کا محکمہ جماعت کے ہاتھ میں ہے اور "سرخوں" کو ذرائع ابلاغ سے نکالنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈال سکے گا۔

مسٹر محمود اعظم فاروقی اور چوہدری رحمت الٰہی اکٹھے ہوائی اڈے پر پہنچے۔ چوہدری رحمت الٰہی نے بجا طور پر سوچا کہ ایک خاموشی ہزار بلائیں ٹالتی ہے۔ اس لئے وہ خاموش رہے۔ اگرچہ بڑھا گرم جوشی سے مبارکبادیں وصول کرتے رہے لیکن مسٹر فاروقی کو منتظر اخباری نمائندوں نے گھیر لیا اور ریڈیو اور ٹی وی کے پروگراموں کے بارے میں ان سے پوچھا تو انہوں نے تفریح کے ساتھ ساتھ مقصدیت پر زور دیا تاکہ نئی نسل کو نظریۂ پاکستان سے بخوبی روشناس کرایا جا سکے۔ انہوں نے ضروریاتِ زندگی کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کے پیشِ نظر صحافیوں کی تنخواہوں پر نظرِ ثانی کے لئے تیسرے ویج بورڈ کے قیام کے بارے میں بھی کہا کہ حکومت اس سلسلے میں ضرور غور کرے گی اور مناسب قدم اٹھائے گی۔ لیکن اگلے روز ہی اس سلسلے میں سرکاری خبر رساں ایجنسی سے اپنے انٹرویو میں تردید کر دی حالانکہ بات وہیں کی وہیں رہی کہ تیسرے ویج بورڈ کے بارے میں غور کیا جائے گا۔

پروفیسر غفور احمد جو اب پاکستان قومی اتحاد کے سیکرٹری جنرل کے عہدے سے مستعفی ہو چکے ہیں، کی

←

پروفیسر غفور ہوائی اڈے سے نکلنے کے بعد دوبارہ ہوائی اڈے آئے

◎◎◎◎◎◎◎◎◎◎◎◎◎

فوجی وزیر اطلاعات اپنے بیان کی تردید کے بعد اسی بیان کو دہرا رہے ہیں

آمد ایک اچھا خاصہ لطیفہ بن کر رہ گئی۔ پی آئی اے کی شام کی پرواز کے ذریعے پروفیسر غفور جب لاہور پہنچے تو اس وقت وی آئی پی لاؤنج میں جماعتی کارکنوں کی مختصر تعداد کے علاوہ چند اخباری نمائندے بھی ان کے منتظر تھے۔ جب جہاز کی آمد کو کچھ دیر ہو گئی اور پروفیسر غفور کی شکل دکھائی نہ دی تو سب لوگ مسافروں والے ہال کی طرف بھاگے کہ شاید پروفیسر صاحب وہاں موجود ہوں۔ لیکن وہاں پہنچ کر پتہ چلا کہ پروفیسر صاحب گاڑی میں بیٹھ کر چلے گئے ہیں۔ تاہم وہ آدھے راستے سے یہ سوچ کر واپس وی آئی پی لاؤنج میں پہنچ گئے کہ شاید وہاں کچھ لوگ اُن کے منتظر ہوں۔ واقعی انہوں نے بڑی دُور اندیشی سے کام لیا پروفیسر جو ٹھہرے۔

مسٹر محمود اعظم فاروقی اور چوہدری رحمت الٰہی نے تو اپنی آمد کے تھوڑی دیر بعد مولانا مودودی کی آشیرباد حاصل کر لی جب کہ پروفیسر غفور نے اگلی صبح حاضری دی اور اس کے بعد اسلام آباد چلے گئے۔

جماعتِ اسلامی کے قریبی حلقوں کے مطابق حکومت میں شمولیت کے مسئلے پر جماعت کے بانی مولانا مودودی اور جماعت کے سربراہ میاں طفیل محمد میں اختلافات پیدا ہو گئے تھے۔ سننے میں تو یہ بھی آیا ہے کہ اب مولانا مودودی کی ہر بات پر ایضاً نہیں کیا جاتا بلکہ اس بارے میں اختلافات واضح طور پر بیان کئے جاتے ہیں۔ شاید ان اختلافات کے تاثرات کو دور کرنے کے لئے مولانا مودودی نے مسٹر فاروقی اور چوہدری رحمت الٰہی کے اعزاز میں اپنے گھر میں افطار پارٹی دی اور موجودہ حکومت جس نے اُن کے برسوں پرانے خواب کی تعبیر انہیں دکھا دی، کے حق میں چند کلماتِ خیر بھی کہے۔

وزیر اطلاعات و نشریات جب تقریر کر رہے تھے تو ایک نوجوان نے جس نے قومی اتحاد کے اس وعدے کو سن کر نجانے کتنے حسین خواب دیکھے تھے کہ پاکستان قومی اتحاد برسرِ اقتدار آکر اشیائے ضرورت کی قیمتوں کو ۱۹۷۰ء سے پہلے کی سطح پر لے آئے گا۔ اپنی جگہ اٹھ کر وزیر موصوف سے سوال کیا کہ اب جب کہ پی این اے برسرِ اقتدار آگئی ہے۔ اس لئے قیمتوں والا وعدہ کب پورا کیا جائے گا۔ تو فاروقی صاحب نے اسے یہ کہہ کر بٹھانے کی کوشش کی کہ ابے وقوفی کی باتیں مت کرو۔ اتنا گند مچا ہوا ہے کہ اگر پندرہ سال تک کام کرتے رہو تب بھی زیرو (صفر) تک پہنچ پاؤ گے"۔ اس کے بعد انہوں نے اُسے پاس بلا کر بٹھا لیا تاکہ سارا معاملہ اسے سمجھا سکیں اور بات پھیلنے نہ پائے اور بطور وزیرِ اطلاعات اخباری نمائندوں سے کہا کہ وہ اس بات کو اپنے کالموں میں جگہ نہ دیں۔

جماعتی وزیروں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے پاکستان جمہوری پارٹی کے نواب زادہ افتخار احمد انصاری بھی ۲۸ اگست کو مختصر دورے پر لاہور پہنچے تاکہ حکومتی پروگرام کے لئے کارکنوں کا تعاون حاصل کر سکیں۔ پی ڈی پی کے مرکزی دفتر میں جہاں کوئی مرکزی رہنما موجود نہ تھا، جھنگ کے وکیل اور حال مارشل لا حکومت کے مولانا کوثر نیازی یعنی مذہبی امور اور اقلیتوں کے وزیر نے کہا کہ پاکستان پیپلز پارٹی غلط طور پر یہ تاثر دے رہی ہے کہ پی این اے والے انتخابات سے فرار چاہتے ہیں اور اسی لئے حکومت میں شامل ہو گئے ہیں انہوں

بیوقوفی کی باتیں
مت کرو، اخبار والو
یہ بات مت چھاپو

نے کارکنوں سے کہا کہ وہ اس غلط تاثر کو دور کرنے کے لئے تیاری کریں۔ اگر ملک کو بچانا ہے دین کی خدمت کرنی ہے تو انہیں قربانی دینی ہو گی گلی گلی لڑائی کرنا ہو گی اور لوگوں کو بتانا ہو گا کہ موجودہ حکومت نے انتخابات کے پروگرام کا اعلان کر دیا ہے اور میں یہ یقین دلاتا ہوں کہ انتخابات ضرور ہوں گے اور اکتوبر سے پہلے ہوں گے انہوں نے یہ بھی کہا کہ مارچ ۱۹۷۷ء کے بارے میں مارشل لا حکومت نے جو وائٹ پیپر جاری کیا ہے اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ انتخابات نظامِ مصطفٰے نے جیت لئے تھے کیونکہ اگر بھٹو صاحب کو اتنا یقین ہوتا کہ وہ الیکشن جیت رہے ہیں تو وہ اتنے وسیع پیمانے پر کبھی دھاندلیاں نہ کرتے۔

انہوں نے کارکنوں کو بتایا کہ اپنی بڑی وزارت کے مختلف شعبوں میں کام کرنے والے حکام پر انہوں نے یہ واضح کر دیا ہے کہ اس محکمہ میں کوئی شخص اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ وہ یہاں (وزارتِ مذہبی امور) میں بیٹھ کر نظریۂ پاکستان کے خلاف سازش کرتا رہے گا۔ ایسے لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے طور پر چلے جائیں، دفع ہو جائیں اس سے زیادہ رعایت میں ان کو نہیں دے سکتا ورنہ میں ان کو کچل کر رکھ دوں گا۔

مسٹر افتخار احمد انصاری نے کہا کہ پہلی بار وزارت نے مذہبی کام کیا ہے کہ لیاقت باغ میں شبینہ مبارک کا اہتمام کیا ہے کیونکہ اس سے پہلے تو مولانا کوثر نیازی دیوبندیوں کو بریلویوں سے لڑانے کے بارے میں سوچتے رہتے تھے یا پھر شیعہ سنی فساد کرانے کی اسکیمیں بناتے رہتے تھے اور یوں مذہب کے نام پر لوگوں کو دھوکہ دیتے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے پہلے پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ مولانا مفتی محمود کی خیریت دریافت کی جو ان دنوں قدرے علیل ہیں اور دو قدم نہیں چل سکتے اور پھر مولانا مودودی سے بھی ملاقات کی کہ مذہبی امور کی وزارت کا کام ان کے نیک مشوروں اور ہدایات کے بغیر کس طرح ہو سکتا ہے انہوں نے یہ بھی کہا کہ تمام شیعہ حضرات اسی لئے ہمارے خلاف ہیں اور ذوالفقار علی بھٹو کے حامی ہیں کہ وہ بھٹو کو اس کی بیوی (بیگم نصرت بھٹو جو ایرانی نژاد ہیں) اور اس کی رہائش گاہ المرتضٰے کے حوالے سے شیعہ جانتے ہیں انہوں نے کہا کہ ہم شیعوں کے تمام حقوق کی نگہداشت کریں گے لیکن سیاسی میدان میں ہر جگہ اُن کا مقابلہ کریں گے۔

اور ایک آخری بات۔ وزارتِ اطلاعات و نشریات چونکہ جماعت کے ایک لیڈر مسٹر محمود اعظم فاروقی کے پاس ہے اس لئے امیرِ جماعت میاں طفیل محمد نے اس بات کو اپنا حق سمجھ لیا ہے کہ وہ اس شعبے میں بھی منہ ماریں اور یوں انہوں نے ایک بیان میں لوگوں کو یہ نوید دی ہے کہ پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈی ننس کو ختم کر کے آزادیٔ تحریر و تقریر دینے کا اہتمام کیا جا رہا ہے لیکن نہ تو وزیرِ اطلاعات نے اور نہ میاں طفیل نے صحافیوں کی اس جدوجہد کے بارے میں کچھ ارشاد فرمایا جو چند ہفتوں سے کراچی کی گلیوں اور سڑکوں پر جاری ہے۔ اور وہ کہہ بھی کیسے سکتے تھے ان لوگوں کو الٹا لٹکانے کے لئے قلمدانِ وزارتِ اطلاعات و نشریات جماعت اسلامی کے حوالے کیا گیا ہے کہ وہ تشدد اور فسطائیت کے علمبردار ہیں۔

●

ملک کے ممتاز رہنما

شیر محمد مری

سے خصوصی انٹرویو

بلوچستان کا نام آتے ہی ایثار اور قربانیوں کا بھرپور تصور ذہن میں ابھرتا ہے۔ اس علاقے کے چپے چپے میں بے مثل قربانیوں اور جانفشانیوں اور خونچکاں داستانوں کی روایات پر آج بھی اسی طرح عمل کیا جاتا ہے، جس طرح برطانوی دورِ غلامی میں آزادی کے متوالوں کی شمشیر و سناں کی جھنکار سے دشت و جبل گونجتے تھے۔ اس کی بلند و بالا اور خود سر چوٹیوں کو سرنگوں کرنے کی ہر یلغار، سازش اور حملے ناکامی سے دوچار ہوتے۔ اس کے وسیع میدانوں پہاڑوں، ریگزاروں اور مرغزاروں پر بیرونی تسلط کی ہر ناپاک خواہش خاک ہی میں ملی ہے۔

آزادی ملنے کے بعد یہ امکان پیدا ہو گیا تھا کہ بلوچوں کی قربانیوں کے نتیجے میں وہاں سیاسی، جمہوری اور اقتصادی آزادی کا ایک نیا دور شروع ہو گا اور صدیوں سے پسماندہ غربت اور افلاس کی چکی میں پسنے والے بلوچ عوام پاکستان کے دیگر صوبوں کی طرح ترقی اور خوشحالی اور سلامتی کی نعمتوں سے ہمکنار ہوں گے۔ مگر "مضبوط مرکز" کی حامی مسلم لیگی اور بعد کی آنے والی رجعت پسند حکومتوں اور قوتوں نے بلوچستان کے ساتھ کالونی جیسا رویہ اختیار کیا اور مختلف اوقات میں لشکر کشی کر کے مظلوم اور غریب بلوچوں میں یہ احساس پختہ کیا کہ مضبوط مرکز کے پاس انہیں دینے کے لئے بارود کے سوا کچھ نہیں ہے مضبوط مرکز کی یہ حکمتِ عملی سامراج کی عالمی پالیسی کے تحت رہی ہے۔ کیونکہ بلوچستان اپنے محلِ وقوع کے اعتبار سے عالمی طاقتوں کے نقشے پر بے حد حساس علاقہ قرار پایا ہے۔ بلوچستان کے سلسلے میں ہمارا تعصب، تنگ نظری اور شکوک و شبہات پر مبنی پالیسی ہر قسم کے "لیاس" سے پاک رہی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب کبھی بلوچ عوام کے کسی حقیقی رہنما سے بات چیت کی جائے تو ان کے لہجے میں تلخی واضح طور پر جھلکتی ہے۔

شاہین صفت شیر محمد مری کی ساری زندگی جدوجہد اور قربانیوں میں گذری ہے۔ شاید یہ بلوچستان کی آب و ہوا اور مسلسل جدوجہد کا ثمر ہے کہ ان کے قویٰ ابھی تک مضبوط، اعصاب مستحکم، چہرے کی شکنیں پُرعزم، اور جسم کی توانائی مزید ایک طویل اور ناقابلِ بیان سختیوں اور آزمائشوں کے لئے بالکل تیار ہے۔ وہ ان دنوں کراچی میں اپنی ایک بیمار آنکھ کے علاج کے سلسلے میں آئے ہوئے تھے۔ سرخ و سپید چوڑے

بلوچستان میں جو کچھ ہوا ہے اس کا احتساب کیا جائے

۲۰ ہزار بلوچ جیلوں سے لاپتہ ہیں کوئی نہیں بتاتا وہ زندہ ہیں یا ہلاک ہو چکے ہیں!!

انقلابِ افغانستان کا بلوچ اور پشتون قومیتوں پر مثبت اثر ہوا ہے!

چہرے پر سفید، گھنی اور بل پڑی ہوئی داڑھی، بلوچی انداز کی پگڑی، شلوار اور بلوچی چپل، انہوں نے آنکھوں کو دھوپ سے بچانے کے لئے سیاہ چشمہ پہن رکھا تھا۔ پُرشکوہ اور پُرہیبت شخصیت۔ بلوچستان کا آئیڈیل بلوچ رہنما۔ شیر محمد مری۔

سوال: گذشتہ دو ماہ کے اندر دوبار مارشل لاء کابینہ تشکیل دی گئی۔ اس کابینہ کی نوعیت اور ملکی حالات پر اس کے اثرات کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔

انہوں نے جواب دیا "پاکستان جیسے کثیرالاقومی ریاست میں، جہاں نیم جاگیردارانہ، گماشتہ سرمایہ داری کا پورا سیاسی، اور اقتصادی ڈھانچہ سامراج کے تسلط میں ہو، وہاں پر دو چار سال بعد اس قسم کا بحران کا آنا لازمی ہے۔ ریاست کا اپنے مفادات کے تحت فرض ہوتا ہے کہ وہ بحران کو جبر اور مختلف طریقوں سے معتدل بنانے کی کوشش کرے۔ پاکستان کے حکمران اس کو معتدل کرنے کے صرف اور صرف دو طریقے استعمال کرتے ہیں۔ اور یہ دونوں طریقے یکے بعد دیگرے استعمال میں لاتے جاتے ہیں۔ نام نہاد جمہوری آمریت اور فوجی آمریت۔ یہی وہ دو آزمودہ نسخے ہیں جنہیں حکمران طبقات بحران کو معتدل بنانے کے لئے بار بار آزماتے ہیں۔ اس میں سے جو بھی آتا ہے، اس کے جانے کی کوئی مدت نہیں ہوتی۔ جب حکمران طبقات میں تضادات گہرے ہوتے ہیں اور مفادات متصادم ہونے ہیں۔ اور ایک طریقے کی ناکامی کے آثار پیدا ہونے لگتے ہیں تو دوسرا نعم البدل لے آتے ہیں۔ یہاں یہی کچھ ۳۱ سال سے دیکھنے میں آرہا ہے لیکن جب یہ دونوں طریقے ناکام ہونے لگتے ہیں، تو ریاستی ڈھانچہ چٹخنا شروع ہو جاتا ہے۔ موجودہ مارشل لاء عین اسی ضرورت اور انہی ذمہ داریوں کے تحت آیا ہے' لیکن بحران معتدل ہونے کی بجائے شدید ہوتا گیا۔ لہٰذا اب دونوں طریقوں یا نسخوں کا معجون مرکب تیار کیا جا رہا ہے۔ جیسا کہ انہیں کرنا چاہیے۔ صرف یہی نہیں کہ اقتدار میں دونوں طریقوں کو یکجا کیا گیا، بلکہ آنے والے کل کے لئے دونوں ترکیبوں کہ ملا کر ان کو اپوزیشن کے نام سے بھی ری کنڈیشنڈ کیا جا رہا ہے۔

سوال: بلوچستان کے بارے میں بار بار معافیوں کا اعلان کیا گیا۔ اس کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

جناب شیر محمد مری کے چہرے پر کبیدگی کے تاثرات

آج کی نظریاتی سرحدیں

چمن اور تورخم ہیں !

ابھرے، انہوں نے چھپانے کی کوشش بھی نہیں کی۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بولے " جہاں تک عام معافی کا تعلق ہے تو خود یہ لفظ اس قدر بھونڈا اور بودا ہے جو کسی بھی مہذب ملک کے حکمران اپنے شہریوں کو اس انداز سے مخاطب کرنے کے لئے استعمال نہیں کرتے۔ کیونکہ معافی ہمیشہ فاتح مفتوح کو دیتا ہے۔ بلوچستان کسی کا مفتوحہ علاقہ نہیں ہے۔ نہ ہی ہم نے آج تک کسی کو فاتح تسلیم کیا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ "عام معافی" کی اصطلاح بھٹو صاحب سے مستعار لی گئی ہے۔ کیونکہ وہ بار بار بلوچستان میں عام معافی کا اعلان فرما چکے تھے۔ کیا بلوچستان کے عوام یہ سمجھنے میں حق بجانب نہ ہوں گے کہ بلوچستان کے بارے میں بھٹو صاحب اس کے بعد مارشل لاء اور آج کی "دو ترکیبی حکومت" سب اس پر متفق ہیں۔"

انہوں نے کہا کہ اس لفظ کے بار بار استعمال کے باوجود بلوچستان میں کوئی کیفیتی تبدیلی نہیں آئی۔ اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ کون کس کو معاف کر رہا ہے۔ اس معافی کے معنی' قاتل مقتول کو معاف کر رہا ہے۔ بلوچ ماؤں اور بیٹیوں کی چادریں فضاؤں میں بکھیری گئیں۔ بلوچوں کی تاریخی چہار دیواری کو زمین بوس کیا گیا۔ جوانوں کے لہو سے ریگزار اور دلا کی پیاس بجھائی گئی۔ اربوں روپے کی جائیداد اور املاک برباد کی گئیں۔ اب آپ خود فیصلہ کریں۔ یہ میرا آپ سے سوال ہے کہ کون کس کو معافی دے؟ کیا تاریخ ان مجرموں کو معاف کرے گی جنہوں نے مسلمان بلوچوں کے ساتھ وحشتناک اور انسانیت سوز سلوک کیا۔ ان حالات میں آپ "عام معافی" کے اثرات نہ ڈھونڈیں۔

سوال: حال ہی میں بلوچستان کے چند رہنماؤں اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے درمیان جو مذاکرات ہوئے وہ کس اہمیت کے حامل تھے۔ اور اس کے کیا نتائج مرتب ہو سکتے ہیں۔

شیر محمد مری نے کہا کہ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، تمام تر بات چیت بلوچستان کے عوام سے چھپائی گئی۔ مکمل صیغۂ راز میں رکھی گئی۔ بقول راوی' خیر بخش مری سے بھی بات چیت کی تفصیلات چھپائی گئیں۔ یاران طریقت ابتداء سے الپنی شنٹنگ، اپنی اراضیات کی واگذاری، عزیزوں، دوستوں اور رشتہ داروں کی ملازمتوں پر زور دیتے رہے' میں پوچھنا چاہوں گا اور میں پوچھوں گا کہ جن لوگوں کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ کتنے بلوچ گولیوں کا شکار بنے، کتنی بہو بیٹیوں کی عصمت دری کی گئی، کتنی بچیوں کو منڈیوں میں نیلام کیا گیا۔ کتنے خاندان ملک سے باہر جانے پر مجبور کئے گئے کتنی بھیڑ، بکریوں اور مویشیوں کو لقمہ تر بنایا گیا۔ اور کتنی جائیداد تباہ و برباد کی گئی۔ اگر یہ لوگ ان سوالوں کا دس فیصد بھی صحیح جواب نہ دے سکیں تو آپ ہی بتائیں کہ وہ بلوچستان کے مسئلہ پر بھلا کیا بات چیت کریں گے۔ کہا جاتا ہے کہ "بلوچستان کا مسئلہ حل ہو چکا ہے۔ صرف نوکرشاہی کا روڑے اٹکانا ہی ہے"۔ یہ بات کم از کم ایسے بلوچ رہنماؤں کو زیب نہیں دیتی جن کی قربانیوں سے انکار نہیں کیا جا سکتا، لیکن یہ قربانیاں اگر سودے بازی کی بھینٹ چڑھا دی جائیں تو پھر

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سے ۳½ گھنٹے مذاکرات میں خیر بخش مری بالکل چپ رہے!

"تاریخ کسی کو معاف نہیں کرتی۔ تاریخ کسی کو نہیں بخشتی" چاہے آپ پاک دامنی کا کتنا ہی دعویٰ کریں۔ بھید تو کہیں نہ کہیں کھل ہی جاتا ہے۔ راوی کی روایت ہے کہ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور بلوچ رہنماؤں کے درمیان ہونیوالے آخری مذاکرات میں خیر بخش مری کو ترجمان بنایا گیا تھا لیکن ساڑھے تین گھنٹے کی بیٹھک میں بات چیت نجی معاملات کے گرد گھومتی رہی۔ ظاہر ہے اس تصفیہ اور لین دین کی کاروباری فضا میں خیر بخش کی قوتِ گویائی سلب نہ ہوتی تو کیا ہوتی۔ راوی کا بیان ہے کہ اس طویل نشست میں خیر بخش مری نے ایک لفظ ادا نہ کیا اور پورے مذاکرات سے خود کو لاتعلق رکھا۔ باہر نکلنے کے بعد بھی وہ مہر بلب رہے۔ اس سے آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ ایسے مذاکرات سے کیا نتائج مرتب ہو سکتے ہیں۔

سوال: کیا بلوچستان کا مسئلہ سیاسی بنیادوں پر حل کرنے کی کوئی سنجیدہ کوشش ہو رہی ہے۔ اور اس کے امکانات کیا ہیں؟

انہوں نے جواب دیا کہ بلوچستان کے مسئلہ کو کبھی بھی سنجیدہ مسئلہ سمجھ کر حل کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ اس کی بنیادی وجہ یہ بھی ہے۔ نوآبادیاتی تاریخ بتاتی ہے کہ اصل حکمرانی نوکر شاہی کرتی ہے۔ مرکز نہیں ہوتا۔ بلوچستان میں بعینہٖ یہی ہوتا رہا۔ گذشتہ ۳۱ سالوں سے یہاں افسر شاہی حکمران تھی اور وہ آج بھی ہے۔ یہ افسر شاہی ایک مخصوص نکتہ اور گروہ سے تعلق رکھتی ہے اس لئے مرکز یہاں کوئی دخل نہیں دیتا یا افسر شاہی کے توسط سے ریاست کے استحصالی طرزِ فکر کا مفاد بھی اسی میں ہے کہ ہمیشہ "عام معافی۔ عام معافی" کی رٹ لگائی جائے۔ آپ دیکھئے کہ احتساب کے نعروں سے آسمان سر پہ اٹھایا جا رہا ہے۔ قرطاس ابیض پر قرطاس ابیض چھپ رہا ہے۔ لیکن بلوچستان میں جو کچھ ہوا، نہ تو اس کے احتساب کی بات حکمران کرتے ہیں اور نہ سیاسی بونے کچھ ہونٹ ہلاتے ہیں۔ میں اس کی متعدد مثالیں دے سکتا ہوں کہ بلوچستان پر مرکز کا کوئی کنٹرول نہیں ہے۔ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے بار بار کے اعلانات کے باوجود لائسنس یافتہ اسلحہ ابھی تک واپس نہیں کیا گیا۔ خود میرا اسلحہ بھی واپس نہیں کیا گیا۔ بیسیوں افراد جیلوں سے لاپتہ ہیں ان کے بارے میں کچھ نہیں بتایا جاتا کہ وہ کہاں ہیں۔ زندہ ہیں یا انہیں ہلاک کر دیا گیا۔ جنرل ضیا کے ۵ جولائی کے اعلانات کے باوجود کچھ لوگوں کو ایک سال کے بعد جیلوں سے رہا کیا گیا۔ انتہا یہ ہے کہ باہر چلے جانے والے بلوچوں سے واپسی کی اپیل اور ان کے جان و مال کے تحفظ کی ضمانت دی جاتی ہے۔ مگر عملی طور پر حالات اس کے برعکس ہیں۔

سوال: بلوچستان کے مسئلہ کے حل کے بارے میں آپ کی تجاویز کیا ہیں۔

جناب بشیر محمد مری نے بتایا کہ سب سے پہلے تو بلوچستان میں جو کچھ ہوا اس کا احتساب کیا جائے۔ اصل "کلپرٹ" کو بے نقاب ہونا چاہیئے۔ نامزد لوگوں کی بجائے بلوچستان کی اصل قوتوں سے بات چیت کی جائے۔ اور سب سے پہلے ان اسباب پہ بات ہونی چاہیئے جن کی بنا پر تین بار بلوچستان پر فوج کشی کی گئی۔ تمام لوگوں کو غیر مشروط طور پر واپس آنے کی اجازت دی جائے۔ اس کے بعد ہی تصفیہ کی کوئی صورت نکل سکتی ہے۔

سوال: افغانستان میں حکومت کی تبدیلی کے بعد پاکستان اور خاص طور پر سرحد اور بلوچستان کی صورتِ حال میں کوئی تبدیلی واقع ہوتی ہے یا ہونے کا امکان ہے۔ اس بارے میں پاکستان کو کیا رویہ اختیار کرنا چاہیئے؟

بلوچستان کے معمر اور ممتاز رہنما جناب بشیر محمد مری نے کہا کہ کوئی بھی انقلاب کسی ملک کا صرف صرف اس کا اپنا انقلاب نہیں ہوتا۔ خاص طور پر نظریاتی انقلاب تو ہمیشہ بین الاقوامی انقلاب کی ایک مسلسل کڑی ہوتا ہے۔ جیسے کہ افغانستان کا عوامی انقلاب جو دن کے اجالے میں آیا۔ میں بار بار کہتا آیا ہوں کہ ہمارے ملک کا بنیادی تضاد قومیتوں کا ہے۔ افغانستان میں عوامی انقلاب آنے کے بعد وہاں چھوٹی قومیتوں کے وجود کو تسلیم کیا گیا۔ ظاہر ہے اس کا یہاں کی چھوٹی قومیتوں پر بالخصوص بلوچستان اور پشتون قومیتوں پر نفسیاتی طور پر انتہائی مثبت اثر ہوا ہے۔

انہوں نے کہا سب سے بڑی تبدیلی یہ آئی ہے کہ اس سرد یا گرم جنگ میں ہم اپنے اندر ہی شامل ہو گئے ہیں۔ تمام رجعت پسند قوتوں کو کھلی چھٹی دے دی گئی ہے کہ وہ مذہب کے نام پہ جو جی چاہے "فری ایڈوانٹج" کرتی رہیں لیکن وہ یہ بھول جاتی ہیں کہ آج کی نظریاتی سرحدیں چمن اور تورخم ہیں۔ جنہیں افغانستان کے عوامی انقلاب سے خوف محسوس ہوتا ہے۔ ان کے پاس دو ہی صورتیں ہیں۔ اول تو یہ کہ سامراج کی رہنمائی میں یہ لوگ اس بین الاقوامی انقلاب اور نظریہ کو بزورِ طاقت شکست دیں، جو ظاہر ہے اُن کے بس کی بات نہیں۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے اور یہی صحیح بھی ہے کہ ہمیں بشمول افغانستان، روس، تمام سوشلسٹ ملکوں سے دوستی کا ہاتھ بڑھانا چاہیئے۔ ورنہ یہ سیاسی ماضی کے مزار، مزار ہی رہیں گے۔ میں ایک بات واضح کر دوں کہ پاکستان جیسا غریب ملک بین الاقوامی نظریات اور سیاسی ٹکراؤ کا اکھاڑہ بننے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک کے رجعت پسند اسی بھاگ دوڑ میں لگے ہوتے ہیں۔

سوال: بلوچستان کے نوجوانوں اور بالعموم پاکستان کے نوجوانوں کے رویے اور سیاسی سوچ کے بارے میں آپ کی رائے کیا اور ان کا رُخ کس طرف ہے؟

انہوں نے کہا کہ پاکستان آج جس مقام پر ہے، ظاہر ہے میں اُسے آج کی صورتِ حال میں دیکھوں گا۔ کیونکہ تاریخ کو ہمیشہ بدلتی ہوئی صورت میں دیکھنا چاہیئے۔ آج کے پاکستان میں ۴۷ء کی باتیں ماضی کی محدود یادیں بن گئی ہیں۔ آج کی دنیا میں کسی بھی ملک کا مسئلہ صرف اس کا اندرونی مسئلہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ سامراج بین الاقوامی ہے۔ اس لئے ہر ملک کا اندرونی مسئلہ بین الاقوامی ہوتا ہے۔ پاکستان کی نئی نسل بھی بین الاقوامی انداز میں سوچتی ہے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ خاص طور پر بلوچستان کے نوجوان جن کو بار بار تلخ حقائق سے دوچار ہونا پڑا۔ پاکستان کے نوجوان آج ایک دوسرے کو سمجھ رہے ہیں، کافی حد تک سمجھ چکے ہیں اور مل کر انسان دوستی کی طرف بڑھ رہے ہیں تاکہ نفرتوں کی ان دیواروں کو گرا سکیں جو ۳۱ برسوں کے دوران یہاں کے حکمرانوں، استحصالی طبقات اور سامراج کے چوکیداروں نے کھڑی کی ہیں۔

زمینداروں کو کسانوں کی بشیدخلی کا کھلا پرمٹ مل چکا ہے -!

نام نہاد شہری حکومت مارشل لاء کو جاری رکھنے میں معاون ہو گی

مزدوروں کے جمہوری اور بنیادی حقوق چھین لیے گئے ہیں

کالونی ٹیکسٹائل ملز ملتان میں امسال جنوری میں مزدوروں کے وحشیانہ قتل عام کے خلاف عوام اور بالخصوص محنت کش عوام کی مزاحمت کی موثر انداز میں رہنمائی کرنے کی پاداش میں مارشل لار کے قوانین کے تحت مسلسل چھ مہینے تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے والے محمود نواز بابر کی شخصیت منفرد بھی ہے اور معروف بھی۔ محنت کشوں کو منظم کرنے کے الزام میں اللہ وسایا ملز ملتان کے مزدوروں کے مسائل کو پیش کرنے کے سلسلے میں یحییٰ مارشل لار کے دور میں محمود نواز بابر نے ایک سال کی قید بامشقت پائی اس کے بعد پیپلز پارٹی کی حکومت کے دوران بھی ان کے خلاف پے در پے مقدمات بنائے گئے اور کئی مرتبہ جیلوں میں بند کیا گیا۔ لیکن قید و بند اور تشدد نے ان کے پائے استقامت میں کوئی لغزش پیدا نہیں ہونے دی اور انہوں نے کسی بھی دور میں اپنے نظریے، عمل اور سیاست کو مصلحت پسندی کا شکار نہیں ہونے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کی سیاست میں محمود نواز بابر کا نام تعارف کا محتاج نہیں ہے۔

ملتان کا یہ جیالا اپنے دور طالب علمی ہی سے سرگرم رہا ہے سابق ایمرسن کالج لاہور سے انہوں نے بی اے کیا اور طالب علم یونین کے صدر رہے۔ کراچی یونیورسٹی سے ایم اے صحافت کیا اور سندھ مسلم لار کالج سے ایل ایل بی کیا۔ وہ سندھ مسلم لار کالج اسٹوڈنٹس یونین کے صدر بھی منتخب ہوئے۔ ۱۹۶۷ سے ملتان میں وکالت شروع کی آج کل ورکرز آرگنائزنگ کمیٹی پاکستان کے صدر ہیں۔ حال ہی میں وہ کراچی تشریف لائے تو ان کا انٹرویو لیا گیا۔

اپنی سیاسی زندگی کے آغاز کے بارے میں بتاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ میں دور طالب علمی ہی سے این ایس ایف کی حمایت کرتا رہا ہوں۔ تعلیم مکمل ہونے کے بعد ۱۹۶۷ میں جب میں نے وکالت شروع کی تو اس وقت ملک میں ایوب خان کی آمریت نکتہ عروج پر تھی۔ جمہوری حقوق بھی سلب تھے۔ فضا میں گھٹن تھی۔ ملک سیاسی حبس کی لپیٹ میں تھا۔ میرا جھکاؤ ہمیشہ سے یہی تھا کہ عوام کے مسائل حل ہوں جمہوری حقوق ہوں شہری آزادیاں میسر ہوں اور میرا خیال یہ تھا کہ ملک میں حقیقی جمہوریت اسی وقت نافذ ہو سکتی ہے جب کہ ملک میں عوام کی بالادستی ہو اور عوام کو استحصال سے نجات مل چکی ہو۔ اس وقت قومی سطح پر کوئی ایسی تنظیم نہیں تھی جو کہ ایوب آمریت کے خلاف نبرد آزما ہو۔ اسی زمانے میں پیپلز پارٹی وجود میں آئی۔ پیپلز پارٹی نے عوام کی بالادستی اور حقوق اور سوشلزم کے نعرے بلند کئے ہر چند کہ مجھے اس بات کا قطعی احساس تھا کہ پیپلز پارٹی کے ذریعے سوشلزم کا نفاذ ممکن العمل نہیں ہے لیکن اس زمانے کے حالات میں میں نے یہ سوچا کہ یہ پارٹی آمریت کے خاتمے کے سلسلے میں موثر کردار ادا کر سکتی ہے اس لئے میں اس پارٹی میں شامل ہو گیا۔ وقت گذرنے کے ساتھ پیپلز پارٹی کا طبقاتی کردار بھی واضح ہوتا چلا گیا۔ مشرقی پاکستان میں فوجی کارروائی کے سلسلے میں پیپلز پارٹی کا موقف میرے اور میرے ساتھیوں کے لئے قابل قبول نہ رہا اور ہم نے پارٹی کے اندر اس کی مخالفت شروع کی۔ اور اس کے بعد سے اختلافات کی خلیج وسیع تر ہوتی چلی گئی۔ جب پیپلز پارٹی اقتدار میں آئی تو اس نے اپنے پیش کردہ منشور سے انحراف کرنا شروع کر دیا، اس کے بعد میرے اور میرے ساتھیوں کے لئے یہ ممکن نہیں رہا کہ ہم پیپلز پارٹی میں شامل رہیں۔ اس دوران میں نے براہ راست مزدوروں میں کام کرنا شروع کر دیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ مزدوروں کی اپنی سیاست اور اپنی سیاسی تنظیم کی بنیاد پر ہی پاکستان کے سماج میں بنیادی تبدیلیاں لائی جا سکتی ہیں چنانچہ پاکستان پیپلز پارٹی کو چھوڑ کر میں نے مزدور سیاست میں بھرپور حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔

موجودہ کابینہ کا تجزیہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مرکز میں جو نام نہاد قومی حکومت قائم کر دی گئی ہے جس کے بارے میں حکومت میں شامل جماعتیں اور مارشل لار ایڈمنسٹریٹر کا کہنا یہ ہے کہ یہ پاکستان کے عوام کی نمائندگی کرتی ہیں، یہ حکومت نہ قومی ہے نہ نمائندہ ہے نہ جمہوری، نہ اس کا کوئی قانونی جواز ہے نہ آئینی نہ اخلاقی۔ بلکہ یہ سیدھی سیدھی مارشل لار حکومت ہے۔ بقول جنرل ضیاء کے "یہ کابینہ میری مرہون منت ہے"۔ دراصل مارشل لار حکومت اپنے آپ کو برقرار رکھنے کیلئے ہر قسم کے طریقے استعمال کر رہی ہے جس میں یہ نام نہاد سول حکومت کا قیام بھی ہے۔ سویلین حکومت کے تحت مارشل لار کے نفاذ پر اظہار ناراضگی کرنے والے مارشل لار کے تحت سول حکومت کے قیام پر بے شرمی سے اپنی دُم میں ہلا رہے ہیں۔ یہ وہ عناصر ہیں کہ جو ۵ ، جولائی ۱۹۷۷ء سے پہلے ہر قیمت پر عام انتخابات کا راگ

صحافت آج کل ماضی سے کہیں زیادہ پابند ہے

الا پیتے تھے۔ آج وہ کسی قیمت پر مارشل لا کو ہٹانے کے قائل نظر نہیں آتے۔ اس لئے کہ ان عناصر کو عوام کے مفادات نہ پہلے عزیز تھے نہ آج۔ وہ کل بھی مخصوص مفادات کے تحت بھٹو کی جمہوریت دشمنی کے خلاف نظامِ مصطفیٰ کی آڑ لیا کرتے تھے اور آج بھی مارشل لا حکومت کی حمایت میں نظامِ مصطفیٰ کا نام لے رہے ہیں۔ ملک کے عوام ان سب کے عزائم سے واقف ہو چکے ہیں۔ یہ عناصر نہ عوام پر بھروسہ کر سکتے ہیں نہ رائے عامہ کا سامنا کر سکتے ہیں۔ یہ ہمیشہ محلاتی سازشوں اور چور دروازوں کے قائل ہیں۔

انہوں نے مزید بتایا کہ موجودہ حکومت کے قیام اور اس کے مقاصد کی نشان دہی مارشل لا انتظامیہ کے اہم رکن اور الیکشن سیل کے ممبر راؤ فرمان علی نے چند ماہ پہلے ہی کر دی تھی جس میں انہوں نے بتایا تھا کہ انتخابات کرانے کی بجائے ایسے لوگوں پر مشتمل حکومت قائم کی جائے۔ جو مارشل لا کے مقاصد کو آگے بڑھا سکیں۔ محمود نواز بابر نے کہا کہ اس نام نہاد سول کابینہ کے قائم ہونے کے ساتھ ساتھ اس منصوبے کا یہ حصہ مکمل ہو چکا ہے۔ جس کے ذریعے استحصالی طبقات اور سامراجی تسلط کو مستحکم کرنا تھا۔ ساتھ ہی آپریشن فیئر پلے کی اصل حقیقت بھی سامنے آجاتی ہے اور یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ اس حکومت کا فی الحال عوام کو اقتدار کی منتقلی کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔

ایک سوال کے جواب میں کہ کیا موجودہ حکومت ملک کے مسائل حل کر سکتی ہے محمود نواز بابر نے کہا کہ کوئی بھی حکومت جسے عوام کی حمایت حاصل نہ ہو عوام اور ملک کے مسائل حل کرنے پر قادر نہیں ہو سکتی۔ خصوصیت سے آج ملک جن حالات سے گذر رہا ہے وہ محب وطن اور جمہوریت پسند عناصر کے لئے باعث تشویش ہیں۔ مارشل لا کے نفاذ کے بعد ملک کا ہر شعبہ بری طرح متاثر ہوا ہے۔ ایک غیر نمائندہ حکومت ہونے کے سبب یہ حکومت ان بحرانوں سے نمٹ نہیں سکتی بلکہ بحران شدید تر ہوتے جا رہے ہیں معاشی ابتری بڑھ رہی ہے۔ مہنگائی بڑھنے سے عوام کے حالاتِ زندگی خراب تر ہوتے چلے جا رہے ہیں، بے روزگاری میں اضافہ ہوا ہے۔ ایک طرف تو سرمایہ داروں اور استحصالی طبقوں کو سرکاری تحفظ دیا جا رہا ہے دوسری طرف محنت کشوں کا استحصال شدید تر کیا جا رہا ہے اور استحصال کا نشانہ مزدور کسان اور درمیانہ طبقے ہیں۔ ملتان کالونی ٹیکسٹائل ملز میں محنت کشوں کا قتلِ عام حکومت کی انہی پالیسیوں کی عکاسی کرتا ہے۔ مزدوروں کے تمام جمہوری اور بنیادی حقوق۔ یونین سازی، اجتماعی سودے کاری اور ہڑتال سلب کر لیے گئے ہیں۔ دیہاتوں کی صورتِ حال بھی مختلف نہیں ہے۔ زمینداروں کو کھلی آزادی ہے کہ کسانوں کو بیدخل کر دیں۔ جس پیمانے پر آج بے دخلیاں ہو رہی ہیں اس کی مثال نہیں ملتی۔ سندھ میں دیہہ مبارک واہ۔ بدین۔ گولارچی۔ سعید آباد، نواب شاہ وغیرہ میں ہاریوں پر زمینداروں کے مظالم کے واقعات شامل ہیں۔ بڑے پیمانے پر گرفتاریاں جاری ہیں۔ کسانوں کے گاؤں جلا دیئے گئے ہیں۔ سرحد اور بلوچستان میں بھی کسانوں کے ساتھ انتقامی کارروائی کا سلسلہ جاری ہے۔

انہوں نے مزید کہا کہ مارشل لا حکومت نے اقتدار میں آتے ہی رہی سہی آزادیوں کو بھی ختم کر دیا ہے۔ تحریر و تقریر کی آزادیوں کو سلب کر لیا گیا ہے۔ اس کا ایک حصہ صحافت کی آزادی کا خاتمہ بھی ہے۔ موجودہ حکومت نے سابقہ تمام حکومتوں کی طرح اقتدار میں آتے ہی صحافت پر پابندی عائد کر دی ہے بلکہ ماضی سے کہیں زیادہ آج صحافت پابند ہے۔ ایک درجن سے زائد رسالوں اور جریدوں پر پابندی لگا دی گئی ہے۔ صحافیوں کو قید بند

پاکستان کثیر القومیتی ملک ہے

اور کوڑوں کی سزائیں تک دی گئی ہیں۔

عوام پر تشدد کا تذکرہ کرتے ہوئے محمود نواز بابر نے کہا کہ موجودہ حکومت نے بھی محنت کش عوام کو اپنے غیض و غضب کا نشانہ بنایا ہے۔ چادر اور چار دیواری کے تحفظ کا نعرہ لگانے والی حکومت نے سب سے زیادہ چادر اور چہار دیواری کی بے حرمتی کی ہے۔ خواتین کو جتنی بڑی تعداد میں سزائیں اس حکومت میں دی گئی ہیں اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔

محمود نواز بابر نے کہا کہ پاکستان کی بدقسمتی ہے کہ ملک تیسرے مارشل لا سے ہمکنار ہے۔ سابقہ مارشل لاؤں کے نتیجے میں ملک دو ٹکڑوں میں بٹ گیا موجودہ مارشل لا نے ملک کو نئے خطروں سے دوچار کر دیا ہے۔ مارشل لا حکومت غیر نمائندہ حکومت ہوتی ہے اور اسی لئے کمزور ہوتی ہے اور اپنی بقا کے لئے اس کا انحصار بیرونی طاقتوں سے سمجھوتے بازی اور ان کی اطاعت گذاری پر ہوتا ہے اور اندرون ملک وہ عوام کو تشدد کے ذریعے سے دباتی ہے، ایسی حکومت کسی بھی بیرونی دباؤ کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس حکومت کا انحصار امریکی سامراج پر بڑھتا جا رہا ہے اور ہماری ملکی پالیسیاں بھی ان کے اشاروں پر بنتی بگڑتی رہتی ہیں۔

قومیتوں کے مسئلے کے بارے میں بات کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ پاکستان ایک کثیر القومیتی ملک ہے اور اس ملک کی بقا کا انحصار اس امر پر ہے کہ اس میں بسنے والی تمام قومیتوں کو مساوی آزادی اور مساوی حقوق حاصل ہوں۔ پاکستان صرف اسی صورت میں آزاد خود مختار اور جمہوری ملک رہ سکتا ہے جب کہ تمام قومیتوں کے عوام بلا جبر و اکراہ آزادی اور مساوی حقوق کی بنیاد پر ایک دوسرے کے ساتھ رہیں۔ وہ تمام رجعت پسند عناصر جو اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے اور قومیتوں کے عوام کو ڈنڈے اور تشدد کے سہارے دبانا چاہتے ہیں۔ اصل میں وہ ملک کے ہمدرد نہیں ہیں اور ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتے ہیں انہوں نے کہا قومیتوں کا مسئلہ جمہوریت کے بغیر حل نہیں ہو سکتا۔ جمہوریت کے نہ ہونے کے سبب مختلف علاقوں اور قومیتوں کے عوام میں احساس محرومی میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ بلوچستان میں فوجی کارروائی کے اثرات جلد مندمل نہیں ہو سکتے۔ فوجی کارروائی قومی منافرت کو جنم دیتی ہے ۱۹۷۳ء کے آئین میں بھی قومی مسئلے کا پوری طرح سے حل نہیں ہوا تھا لیکن ۱۹۷۳ء کے آئین میں دی گئی صوبائی خود مختاری پر بھی عمل نہیں ہوا ہے۔ جس سے مختلف قومیتوں کے عوام میں شکوک و شبہات بڑھے ہیں۔ کسی بھی مارشل لا حکومت یا غیر جمہوری حکومت کے لئے ناممکن ہے کہ وہ قومیتوں کے عوام میں اعتماد کی فضا بحال کر سکے۔

پی این اے کے منتشر ہونے کے محرکات کے بارے میں بات کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ پی این اے چونکہ مختلف مفادات رکھنے والی سیاسی جماعتوں کے مجموعے کا نام تھی جو ایک مخصوص صورتِ حال میں صرف بھٹو حکومت کو گرانے کے لئے وجود میں آئی تھی اور اس کے پیشِ نظر کبھی بھی جمہوریت کا نفاذ نہیں تھا۔ حالات کے تبدیل ہونے کے ساتھ ساتھ ان مفادات کے درمیان ٹکراؤ اور تضاد ناگزیر تھا لہٰذا پی این اے کا منتشر ہونا ایک فطری عمل تھا

اس سوال کے جواب میں کہ آج کی صورتِ حال میں ترقی پسند عناصر کے کیا فرائض ہیں انہوں نے کہا کہ موجودہ صورتِ حال میں پاکستان کے عوام بالخصوص محنت کش عوام کا بنیادی مسئلہ جمہوریت کا قیام ہے۔ جمہوری جدوجہد کی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ واضح پروگرام ہو جس کا مقصد مارشل لاء کا خاتمہ، جمہوری حقوق اور شہری آزادی کی بحالی، عوام کی نمائندہ حکومت کا قیام ہے۔ ملک میں حقیقی معنوں میں جمہوریت اسی وقت قائم ہو سکتی ہے جب کہ ملک کی اکثریت جو کہ محنت کش عوام پر مشتمل ہے ان کو استحصال سے آزادی حاصل ہو اور ان کو جمہوری حقوق میسر ہوں اس کے ساتھ ہی ملک میں حقیقی جمہوریت کے لئے ایک ناگزیر شرط یہ بھی ہے کہ ملک بڑی طاقتوں کی بالادستی سے آزاد ہو اس لئے کہ جس وقت تک ہمارا ملک بڑی طاقتوں کی بالادستی کا شکار رہے گا اس وقت تک سیاسی آزادی بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے جمہوری جدوجہد کیلئے ضروری ہے کہ بڑی طاقتوں کے تسلط اور غلبے کے خلاف مزاحمت کی جائے۔ اس لحاظ سے ملک کے تمام محبِ وطن، ترقی پسند اور جمہوری عناصر کا فرض ہے کہ وہ آمریت اور سامراجیت اور دو بڑی طاقتوں کی بالادستی کے خلاف اور جمہوریت کے قیام کے لئے متحد اور منظم ہو کر جدوجہد کو آگے بڑھائیں

بائیں بازو کے مجوزہ اتحاد کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہم آمریت کے خلاف تمام جمہوری اور ترقی پسند قوتوں کے اتحاد کے پرزور حامی ہیں لیکن اتحاد کی بنیاد اسی وقت پائیدار ہو سکتی ہے جب کہ ایک واضح اور ٹھوس پروگرام پر سرگرم عمل عناصر متحد ہوں۔ بہ صورت دیگر یہ محض خواہش پسندی اور کھوکھلی نعرہ بازی ہو گی جس سے جمہوری تحریک کو نقصان پہنچ سکتا ہے کیوں کہ اول تو یہ محنت کشوں کی جمہوری تحریک کو ایک گھٹیا لبرل سطح تک گرا دے گی اور دوئم اس سے عام آدمی بددل ہوں گے۔ ■

صحافیوں پر مظالم کی نئی تاریخ لکھی گئی ہے، قوم اس پر شرمسار ہے

بلوچستان کے سابق گورنر، بگٹی قبیلے کے سردار اور تحریک استقلال کے ممتاز راہنما جناب اکبر بگٹی نے کہا ہے کہ فکر و اظہار کی آزادی انسان کا بنیادی حق ہے۔ اس کے بغیر جمہوریت کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا۔ گذشتہ روز الفتح مطبوعات کے مقامی نمائندے سے خصوصی بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔ جناب منہاج برنا اور ان کے ساتھی ملک کے مایۂ ناز دانشور اور صحافی ہیں۔ ان عظیم صحافیوں پر جتنا بھی فخر کیا جائے وہ کم ہے۔ انہوں نے کہا ساری قوم کے لئے یہ بہت بڑے امتیاز کی بات ہے کہ ہمارے عوام دوست صحافی صرف اپنے معاشی مطالبات ہی کے لئے نہیں آزادیٔ صحافت کے لئے بھی عظیم قربانیاں دے رہے ہیں انہوں نے کہا اخباری کارکنوں اور صحافیوں کے روزگار کے تحفظ کا تعلق بھی براہِ راست آزادیٔ صحافت سے ہے۔ اس لئے اخباری کارکنوں اور صحافیوں کے مطالبات دراصل ساری قوم کے مطالبات ہیں۔

جناب بگٹی نے کہا۔ میرے علم کے مطابق دنیا کی تاریخ میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ کسی جابرانہ سے جابرانہ اور آمرانہ سے آمرانہ حکومت نے اپنے وطن کے صحافیوں کی پیٹھ پر کوڑے لگائے ہوں۔ بلوچ لیڈر جناب بگٹی نے کہا۔ صحافیوں کے ساتھ اس وحشیانہ سلوک سے ہمارے سر شرم سے جھک گئے ہیں۔ اس سلوک نے تمام دنیا میں پاکستان کو رسوا کر دیا ہے۔ دنیا

بھر کے منصف مزاج اور باشعور شہری یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ پاکستان ایک مہذب قوم ہے؟ انہوں نے کہا ہمارے حکمران شاید آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں۔ انہیں اس امر کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں کہ دنیا والے ہمارے بارے میں کیا سوچ رہے ہیں۔ کیا کہہ رہے ہیں اور کیا لکھ رہے ہیں۔

بگٹی صاحب نے کہا این ڈی پی کے راہنما ولی خان نے کہا تھا کہ مسٹر بھٹو نے اپنے دورِ اقتدار میں پریس کو مقید کر رکھا تھا لیکن میں کہتا ہوں کہ مسٹر بھٹو کے تاریک سے تاریک دور میں بھی صحافیوں کے ساتھ ایسا نارو اسلوک نہیں کیا گیا۔ یہ "اعزاز" صرف پاکستان کی غیر آئینی اور غیر نمائندہ حکومت ہی کو حاصل ہے کہ اس نے صحافیوں کے جسموں پر زنجیریں سجائیں اور ان کی پیٹھ پر کوڑے برسائے انہوں نے کہا صحافیوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ انتہائی قابلِ افسوس ہے۔ اس عمل کے ذریعے ملک کو دنیا کی نظر میں ذلیل کیا جا رہا ہے۔

جناب بگٹی نے کہا۔ منہاج برنا کے والد مولانا تاج محمد

اکبر بگٹی گوجرانوالہ میں

تحریکِ استقلال کے رہنما اکبر بگٹی سے انٹرویو

منہاج برنا کے والد محترم نے
انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے
میں اہم کردار ادا کیا تھا

فوجی حکومت کا اَن پڑھ وزیر جنگِ آزادی کے حریت پسندوں سے ناواقف ہے

صاحب مرحوم میرے قریبی دوستوں میں سے تھے۔ میرے دل میں ان کے لئے بہت احترام ہے۔ میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ وہ بہت بڑے وطن پرست اور حریت پسند تھے۔ انگریزی سامراج کو ہندوستان سے نکالنے میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ منہاج برنا کو جذبۂ حریت اور آزادی وراثت میں ملا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے انتہائی دکھ ہے کہ فوجی حکومت کے ایک ان پڑھ وزیر نے منہاج برنا، ان کے ساتھیوں اور جناب تاج محمد صاحب کے بارے میں ہرزہ سرائی کی ہے۔ عوام دوست صحافیوں اور ایک عظیم محب وطن کے بارے میں ایسی گھٹیا زبان چلانے کے کسی کانسٹیبل ہی کو زیب دیتی ہے۔

جناب بگٹی نے کہا۔ ہمارے واجب الاحترام صحافی اور اخباری کارکن قابلِ قدر جرأت مندی کے ساتھ باطل کے خلاف ڈٹے ہوئے ہیں۔ ہمیں سیاسی طور پر تو قابو کیا ہی ہوا ہے۔ اب حکمرانوں کی مرضی ہے کہ عوام کے ذہنوں کو بھی جکڑ لیا جائے۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ نئے دور کے تقاضے کچھ اور ہیں۔ انہوں نے کہا۔ صحافیوں کو اس اہم محاذ پر اکیلا نہیں چھوڑا جا سکتا۔ کیوں کہ آزادیٔ صحافت جمہوریت کی بنیاد ہے اظہار رائے اور تنقید کا حق عوام کا بنیادی حق ہے ان حقوق کے حصول کے لئے پاکستان کے تمام عوام کو براہِ راست صحافیوں کی جدوجہد میں شامل ہونا پڑے گا۔

انہوں نے کہا تحریک استقلال کے سربراہ جناب اصغر خان پہلے ہی صحافیوں کی جدوجہد کی حمایت کا اعلان کر چکے ہیں۔ اب ہماری پارٹی کے کارکن اور سیکنڈ لائین کے لیڈر باقاعدہ صحافیوں کے ساتھ بھوک ہڑتال میں شامل ہو کر گرفتاریاں دینا شروع کر دیں گے۔ اس بارے میں پارٹی کی اعلیٰ قیادت ایک واضح پروگرام ترتیب دے رہی ہے۔ اس طرح ہم ثابت کر دیں گے کہ ہم صحیح معنوں میں جمہوریت اور بنیادی آزادیوں کے خواہاں ہیں اور اس مقصد کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دے سکتے ہیں۔

تحریکِ استقلال کے راہنما جناب بگٹی صاحب نے کہا۔ ایپنک اور پی ایف یو جے ہی ایسی تنظیمیں ہیں جو ملک بھر کے اخباری کارکنوں اور صحافیوں کی حقیقی ترجمان ہیں۔ چند رجعت پسند، بے ضمیر اور بکاؤ مال قسم کے نام نہاد صحافیوں کے ٹولے کو جعل سازی کے ذریعے صحافیوں کی نمائندگی سونپی جا رہی ہے۔ لیکن میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اس بارے میں کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ اخباری کارکن باشعور اور منظم ہیں ان کی قیادت برنا جیسے ذہین اور مخلص راہنماؤں کے ہاتھ میں ہے جنہیں نہ تو خریدا جا سکتا ہے اور نہ ہی تشدد اور طاقت کے ذریعے جھکایا جا سکتا ہے۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ وہ حق پر ہیں اور ایک عزم کے ساتھ آزادیٔ صحافت کا پرچم تھامے ہوئے ہیں جو کہ آج کے دور کا اہم ترین تقاضہ ہے اور تمام جمہوریت پسند قوتیں ان کے ساتھ ہیں۔ اس لئے کامیابی اور آخری فتح جیالے صحافیوں کی تحریک کا مقدر بن چکی ہے۔ جناب اکبر بگٹی نے کہا۔ طلبہ، ہاریوں اور مزدوروں کی طرح ہمارے کارکن بھی آزادیٔ صحافت کی تاریخی تحریک میں شامل ہونے کا شرف حاصل کریں گے۔

انہوں نے کہا۔ حکمرانوں کو یہ اختیار ہرگز نہیں دیا جا سکتا کہ وہ لوگوں کے سوچنے، کہنے اور لکھنے کے بنیادی حقوق پر کوئی پابندی لگائیں۔ بگٹی صاحب نے کہا آزادیٔ صحافت کا مسئلہ تمام قوم کا مسئلہ ہے۔ ہمارے عوام کا مسئلہ ہے۔ اس لئے ہر وطن دوست پاکستانی کا فرض ہے کہ وہ جدوجہد میں مصروف صحافیوں کی حمایت کرے اور انہیں ایک اعلیٰ و ارفع مقصد کے حصول کے لئے مدد بہم پہنچائے۔

تحریک استقلال کے راہنما جناب اکبر بگٹی اور بلوچستان تحریکِ استقلال کے صدر جناب خدائے نور مورخہ ۲۴ اگست کو ایک روزہ دورے پر گوجرانوالہ میں آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے قبل ازیں گیارہ بجے مقامی بار ایسوسی ایشن سے خطاب کیا۔ شام کے وقت تحریک استقلال گوجرانوالہ کے سینئر نائب صدر مسٹر محمود بشیر ورک کی رہائش گاہ پر ایک افطار پارٹی میں اپنی پارٹی کے کارکنوں اور شہریوں

سے بھی خطاب کیا۔ طلبہ اور پارٹی ورکروں کے وفود سے ملاقات کی اخباری نمائندوں سے بات چیت کی اور نمائندہ ذوالفقار کو آزادیٔ صحافت کے بارے میں خصوصی انٹرویو دیا۔

جناب اکبر بگٹی نے کہا۔ اگرچہ ہفت روزہ الفتح نے اکثر مجھے ہدفِ تنقید بنایا ہے۔ لیکن میں پر زور مطالبہ کرتا ہوں کہ الفتح، معیار، نوائے جنگ، امن اور ہر اخبار خواہ وہ کسی بھی مکتبِ فکر کا ترجمان ہو اس پر سے تمام پابندیاں فوری طور پر اٹھالی جائیں۔ تمام گرفتار شدہ صحافیوں، اخباری کارکنوں، ہاریوں، طلبہ، مزدوروں اور سیاسی کارکنوں کو غیر مشروط طور پر رہا کیا جائے۔ ان پر تشدد بند کیا جائے ایپنک اور پی ایف یو جے کے حقیقی راہنماؤں کے ساتھ مذاکرات کرکے ان کے آٹھوں مطالبات منظور کئے

جائیں۔ پریس اینڈ پبلیکیشن آرڈیننس اور دیگر غیر معمولی قوانین کو منسوخ کیا جائے۔ انہوں نے کہا۔ اختلاف رائے کا حق، دیگر بنیادی انسانی حقوق کی طرح عوام کا اہم ترین اور مقدس ترین حق ہے۔ صحت مند تنقید کا بھی احترام کیا جانا چاہیئے۔ اپنے خلاف سچی بات سننے کا حوصلہ سچے اور کھرے لوگوں کا شیوا ہے۔ ایسی بات پر وہی لوگ سیخ پا ہو جاتے ہیں جو آزادیٔ اظہار کا احترام نہیں کرتے اور جمہوریت اور عوامی بنیادی حقوق پر یقین

نہیں رکھتے۔

بلوچستان اور تحریک استقلال کے راہنما جناب اکبر بگٹی نے کہا۔ جدوجہد میں مصروف صحافی وہی ہیں جنہوں نے ایوب خان، یحییٰ خان، مسٹر بھٹو اور ہر حکمران کے دورِ اقتدار میں آزادیٔ صحافت کے لئے تگ و دو کی ہے ان کی جدوجہد کا تعلق صرف موجودہ حکومت ہی سے نہیں ہے۔ اس لئے موجودہ فوجی حکومت کو صحافیوں کے مطالبات کو اپنے لئے وقار کا مسئلہ نہیں بنالینا چاہیئے۔

انہوں نے کہا صحافیوں کے ساتھ مذاکرات کے ذریعے کوئی مثبت حل تلاش کیا جائے۔ تشدد اور طاقت کے ذریعے اس تحریک کو دبانے کی کوشش سے ملک کا وقار ختم ہو کر رہ جائے گا اور حکمرانوں کو سوائے ناکامی اور رسوائی کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

ایک گمنام مراسلہ

لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) طاہر مسعود کا محاسبہ کون کرے گا

ان کی عید سے پہلے ہی عید ہو گئی

نیشنل کونسل آف آرٹس کے ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر خالد سعید بٹ کی معطلی کے بعد ان ٹھیکیداروں کی چاندی ہو گئی ہے۔ جن کی ادائیگیاں ناقص کارکردگی کی وجہ سے رکی ہوئی تھیں ادارے کے نگران کی دفتر سے غیر حاضری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ڈائریکٹر پراجیکٹ نے جو ریٹائرڈ لیفٹیننٹ کرنل ہے۔ ٹھیکیداروں سے مکمل تعاون کا ثبوت دیا اور چار لاکھ روپے کی وہ رقم ادا کروادی جو ناقص اور نامکمل کام کی وجہ سے رکی ہوئی تھی۔

ہماری اطلاعات کے مطابق لیاقت میموریل ہال کی آرائش و مرمت کے لئے جن افراد کو کام دیا گیا تھا انہوں نے مقررہ مدت گذر جانے کے بعد بھی کام پورا نہ کیا اور جو کام کیا تھا۔ اس کی اہمیت اور معیار مقررہ شرائط کے مطابق نہ تھا۔ جس پر ڈائریکٹر جنرل نے رقم کی ادائیگی بوجوہ ملتوی کردی تھی اور کام کی رفتار اور مال کی اہمیت کے پیش نظر ٹھیکیداروں کو شرائط کے مطابق کام کرنے کی ہدایت کی۔ ٹھیکیداروں نے اعلیٰ حکام اور مارشل لاء والوں کو اس ضمن میں درخواستیں دیں جنہوں نے کونسل کے ڈائریکٹر جنرل پر دباؤ ڈالا لیکن ڈائریکٹر جنرل اس بے اصولی اور غیر قانونی دباؤ میں نہ آئے اور رقم ادا نہ کی اب جب کہ ڈائریکٹر جنرل کو "نامعلوم گناہوں" کی وجہ سے معطل کیا جا چکا ہے ٹھیکیداروں نے پراجیکٹ ڈائریکٹر لیفٹیننٹ کرنل طاہر مسعود کو ساتھ ملا کر اپنی عید کھری کرلی ہے۔

حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ اسی پراجیکٹ ڈائریکٹر طاہر مسعود نے ڈی جی کی معطلی کے فوراً قبل جو رپورٹ لکھی تھی۔ اس میں رقم ادا نہ کرنے کی پر زور سفارش کی تھی لیکن معطلی کے فوراً بعد انکا صاحب نے نہ جانے ٹھیکیداروں کی کس نیکی اور خلوص سے متاثر ہو کر اپنے لکھے پر خطِ تنسیخ پھیرا اور رقم ادا کرنے میں تعاون کیا۔ چار لاکھ اس رقم کے حصول کے بعد ٹھیکیداروں کے حوصلے بہت بلند ہو گئے لیکن دوسری طرف مختلف ثقافتی حلقے اس بات پر افسوس کا اظہار کر رہے ہیں کہ ایک ذمہ دار اور دیانت دار افسر اعلیٰ کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھا کر بے اصول اور غیر قانونی ادائیگی کی جو مثال قائم کی گئی ہے اس کے نتائج "مثبت" نہیں ہوں گے۔

مختلف حلقوں کے مطابق چار لاکھ کی رقم میں بہت سے لوگوں کو حصہ ملا ہے۔ سننے میں آیا ہے کہ ان ٹھیکیداروں نے ڈائریکٹر جنرل کو جب رشوت کا لالچ دیا تو انہوں نے ٹھیکیداروں کو کمرے سے باہر نکال دیا۔ جاتے ہوئے ٹھیکیداروں نے "نمٹ لینے" کی دھمکی دی اور اپنے تمام وسائل استعمال کرکے ایک محاذ قائم کیا۔ چار لاکھ کی اس رقم میں ایک حصہ دار آفتاب مرزا کو بھی گنا جا رہا ہے۔ آفتاب مرزا حفیظ پیرزادہ کی سفارش پر کونسل میں آئے تھے۔ چند ماہ قبل تک قائد عوام کا دم بھرتے رہے سیاسی بھرتی کا چکر چلا تو سلطانی گواہ بن گئے۔ ایک زمانے میں بڑی ہی اور سوم روپیہ تبترے بھیجتے تھے لیکن آج کل انہیں محافظ پاکستان کہتے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ انکوائری کے دوران وہ فائل جس پر حفیظ پیرزادہ نے سفارش کی تھی۔ غائب کر لی اور اب دھڑلے سے مارشل لاء کا قصیدہ پڑھتے ہوئے ٹھیکیداروں کو نئے ٹھیکے دلا رہے ہیں۔

چار لاکھ روپے کی اس غلط ادائیگی سے کس کس کو کتنا حصہ ملا؟ اس کا فیصلہ تو وقت کرے گا لیکن ریٹائرڈ فوجی افسران کا ٹیکہ جو قومی دولت کو لگ گیا ہے کب تک پڑھے لکھے بیروزگار جوانوں کا حق مارے گا۔؟

پچھلے دنوں قومیتوں کے حقوق کے بارے میں مسٹر غوث بخش بزنجو کے بیان نے پاکستان کی موجودہ سیاست میں ایک نئے موڑ کو جنم دیا۔ جناب عطاء اللہ مینگل نے ایک تقریب میں اپنی تقریر میں اس موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ان کا یہ اظہار ہم تک ایک تحریری بیان کی صورت میں پہنچا جو این ڈی پی کی طرف سے جاری کیا گیا ہے۔ بیان میں جو الفاظ اور لہجہ اختیار کیا گیا ہے اس کی ذمہ داری این ڈی پی پر عائد ہوتی ہے۔ اس بیان کو پیش کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کرنے والے کبوتر کی روایت پر عمل کرنا چھوڑ دیں۔ اس شعور کا مظاہرہ کریں کہ حقیقتوں کے انکار سے صورتِ حال تبدیل نہیں ہوتی۔ اور یہ کہ کسی مسئلے کو اس کے پس منظر اور محرکات کی روشنی میں سمجھے بغیر اسے حل نہیں کیا جا سکتا۔ ہمیں یہ بھی جاننا اور سمجھ لینا چاہیئے کہ جذبات کی شدت اور لہجے کی تلخی حالات اور واقعات سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر یہ صورتحال ہمیں ناخوشگوار محسوس ہوتی ہے تو حالات کو خوشگوار بنانے کے راستے تلاش کرنے پڑیں گے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اس مسئلے کا سنجیدگی کے ساتھ علمی اور حقیقت پسندانہ طرز پر جائزہ لیا جائے۔ ہم تمام وطن دوست قارئین کو اس موضوع پر اظہار خیال کی دعوت دیتے ہیں۔ (ادارہ)

عطاءاللہ مینگل کے بیان کا مکمل متن

پنجابیوں سے دو ٹوک بات کی جائے

بلوچستان کے سابق وزیر اعلیٰ جناب عطاء اللہ خان مینگل نے کہا ہے کہ ہم کو کسی سے محبتِ وطن ہونے کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر ہمیں یہ یقین ہو گیا یہ ملک ہمارا ہے تو اس کی ترقی اور خوشحالی کے لئے ہم اپنا بھرپور کردار ادا کریں گے۔

یہ الفاظ انہوں نے اس وقت کہے جب وہ گذشتہ دنوں انجمن بلوچ آباد، اورنگی ٹاؤن کراچی میں ایک افطار پارٹی سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میر غوث بخش بزنجو نے موجودہ حکمرانوں کو حکمرانی کا طریقہ سکھایا ہے اور وہ ہمارے مشورے کے برعکس اس بات پر بضد تھے کہ اس ملک میں سیاست کریں گے لیکن اب یہ ثابت ہو گیا ہے کہ وہ غلام ابن غلام ہیں اور اپنی اوقات کو نہ بھولیں کہ اس ملک میں سیاست صرف آزاد شہری کا حق ہوتا ہے اب انہوں نے یہ آزما کر دیکھ لیا کہ ان کی منطق قابلِ اتفاق تھی یا قابل اختلاف۔ اس منطق کو رد کرنے کے بجائے ان کو گالم گلوچ سے دھتکارا گیا۔ مجھے کم از کم اس بات کی خوشی ہے کہ ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جا رہا ہے جو ایک غلام کے ساتھ ہو سکتا ہے اور یہ بات میر صاحب کو سمجھ میں آجائے اور اپنی اوقات پہچان لیں۔ انہوں نے سوال کیا کہ گذشتہ چار سالوں تک جو کچھ ہمارے ساتھ ہوا کسی دوسرے ملک کے آزاد شہری کے ساتھ ہوا ہے؟ ہم کو گذشتہ ۳۰ سالوں سے یہ احساس دلایا گیا ہے بلکہ اس میں شدت کے ساتھ اضافہ کیا گیا ہے کہ ہم اس ملک کے شہری نہیں ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ اس کو سمجھنے کے لئے ہم میں سے چند کو ۳۰ سال لگے اور کچھ خوش قسمت ایسے بھی ہیں جنہیں تجربہ کی ضرورت ہے۔

جناب مینگل نے کہا کہ اس ملک میں بلوچوں کو بے دریغ قتل کیا گیا اور ان کے لاشوں کے انبار لگائے گئے، خواتین کی عصمتیں بے حیائی کے ساتھ لوٹی گئیں۔ جھگیوں کو جلایا گیا اور گرفتاری کے دوران لوگوں کو ایسی اذیتیں دی گئیں جو شاید ہی کوئی ہم وطن کے ساتھ کر سکتا ہے جناب مینگل نے اس امر پر تعجب کا اظہار کیا کہ کسی بھی پختون، بلوچ اور سندھی نے جناب بزنجو کے بیان کی مخالفت نہیں کی۔ گو ان میں کاسہ لیس موجود ہیں، شاید وہ حکم کی تعمیل میں اب ایسا کریں۔ صرف پنجابیوں نے اس بیان پر اپنے ردِ عمل کا اظہار کیا۔ حالانکہ بزنجو صاحب نے ان کو حکمرانی کے ڈھنگ سکھلائے ہیں۔ بہر حال ہم یہاں آبرو مندانہ طریقہ سے رہیں گے۔ اگر ہم یہاں نہیں رہیں گے تو یہاں کچھ بھی نہیں رہے گا۔ پنجاب کو یہ غلط فہمی [illegible] سنگینوں کے سائے میں حکومت کرے گا۔ [illegible] ایک جماعت کی نمائندگی کرتا تھا لیکن اب پورا پختونستان، سندھ اور بلوچستان میرے اس استدلال کی حمایت کرتا ہے کہ پنجابیوں سے دو ٹوک بات کی جائے اور انہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ بین الاقوامی سامراج امریکہ سے زیادہ مضبوط نہیں ہیں جو ویت نام میں اپنی من مانی نہ کر سکے۔

جناب مینگل نے پنجابیوں سے کہا کہ اگر ان میں اخلاص ہے تو وہ اس کا عملی مظاہرہ کریں لیکن مجھے معلوم ہے کہ وہ اس کا مظاہرہ نہیں کریں گے۔ کیونکہ پنجاب نے بنگال کو صرف اس لئے الگ کر دیا کہ ان کو اس ملک میں نو آبادیاں چاہیئے تھیں۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب عقل، استدلال، تاریخ اور قرآن کی بات نہیں مانتے اور وہ طاقت پر یقین رکھتے ہیں اور یہ حق انہوں نے محفوظ کر لیا ہے۔ وہ دلیل سے ہمیں کیوں قائل کریں۔ میں پنجابیوں پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر انہوں نے فاول کھیلا تو ہم بھی یہی کریں گے۔ کیونکہ ہم ان سے یہی توقع رکھتے ہیں۔

جناب مینگل نے پنجاب کے ایک کہنہ مشق اور وسیع النظری کے دعویدار سیاستدان کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ بھائی چارہ کی بات کرتے ہیں لیکن

ان کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ ہمارے اور ان کے درمیان لاشوں کے انبار لگے ہوئے ہیں، خواتین کی لُٹی ہوئی عصمتیں حائل ہیں، ہزاروں مکان راکھ کا ڈھیر پڑے ہیں۔ ہمارے نزدیک پنجاب کے ہمارے خون سے ہاتھ رنگے ہوئے ہیں۔ اس لئے قاتل ہمارا بھائی نہیں ہو سکتا۔ اگر حقیقت میں وہ ہم کو بھائی بنانے کا خواہش مند ہے تو اس کو سب سے پہلے اپنے دامن سے ہمارے خون کے دھبّے صاف کرنے پڑیں گے اور ہم کو مطمئن کرے اور پھر ہم کو بھائی بنانے کی رغبت دلائے۔

انہوں نے کہا کہ اس ملک میں چار صوبے ہیں اگر وہ انتظامی اکائیاں تھیں تو تاریخی اعتبار سے ان کا نام بلوچستان اور سندھ کیوں بحال کئے۔ صرف اس لئے کہ اُن کے تشخص کو برقرار رکھا گیا۔ انہوں نے کہا کہ مہاجرین کو اختلاف رائے کا حق حاصل ہے اور وہ صرف ہمیں دلائل سے قائل کر سکتے ہیں۔ اور ان کو خون آلودہ ہاتھوں کو اپنے منہ پر بلا معاوضہ مَلنے کی اجازت ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام کا درس دینے والوں نے ہمیں سکھ اور ہندو کہہ کر قتل کیا۔ کیا یہی وہ بھائی چارہ ہے جس کا وہ پرچار کر رہے ہیں۔ مگر حالیہ وائٹ پیپر جس میں بھٹو کے کھانسنے تک کے قصے موجود ہیں۔ بلوچستان میں چار سال تک بغیر اعلان کے قتل و غارت گری کا کوئی تذکرہ نہیں۔ کیونکہ اس جرم میں پورے کا پورا پنجاب شریک ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو بھٹو، جو صرف پنجاب میں ایک گولی چلوانے سے پھانسی تک پہنچ گیا۔ مگر ہزاروں انسانوں کے قتل پر کوئی تبصرہ نہیں ہوا کیونکہ پنجاب اس میں من حیثیت القوم شریک ہے۔ اگر وہ اس سے انکار کرتے ہوں تو وہ اپنے کسی ردِ عمل کی نشاندہی کریں۔

ایک پنجابی وزیر باتدبیر نے ہم پر بلوچوں کے حقوق غصب کرنے کا الزام لگایا ہے، میں تو صرف یہ کہوں گا کہ ابلیس قرآنی آیات کا حوالہ دے رہا ہے۔ بحیثیت پنجابی کے اس کے بھی دامن پر خون کے دھبے ہیں۔ ان کو بلوچستان پر مسلسل فوج کشی کا افسوس نہیں ہے۔

ہم پر یہ الزام ہے کہ ہم افغانستان کی شہہ پر یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ ان کو آئینہ میں اپنی شکل نظر آتی ہے۔ کیونکہ وہ ساری زندگی کسی نہ کسی کے اشارے پر ناچتے رہے ہیں۔ چاہے وہ اشارہ حکومتِ وقت کی جانب سے ہو یا کسی بیرونی طاقت کا۔ اس ملک کو کبھی بھی کوئی نقصان پہنچا تو صرف حکمرانوں کی احمقانہ پالیسیوں اور ان کی اندھا دھند حمایت سے ہوگا اور اس کی تمام تر ذمہ داری سوائے ان کے اور کسی پر بھی نہ ہوگی۔ جناب مبشر قیصرانی، این ڈی پی کے ایک رہنما نے اپنی تقریر میں بزنجو صاحب کی حمایت کی اور کہا کہ ہماری پارٹی صوبائی خود مختاری پر یقین رکھتی ہے اور مرکز کے لئے صرف ۴ محکمے تجویز کرتے ہیں۔ دفاع، خارجہ، کرنسی اور مواصلات اور بقیہ تمام محکمے صوبوں کے حوالے کریں گے۔

بزنجو نے این ڈی پی کے منشور کی ترجمانی کی ہے

غلط معانی نہ نکالے جائیں

سندھ این ڈی پی کے جنرل سکریٹری قمر راجپر، نیشنل آرگنائزنگ کمیٹی کے رکن حسن حمیدی، سندھ آرگنائزنگ کمیٹی کے رکن اختر حسین اور نیشنل آرگنائزنگ کمیٹی کے رکن اور کراچی این ڈی پی کے جنرل سکریٹری فصیح الدین سالار نے ایک مشترکہ بیان جاری کیا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ قومی اخبارات میں مسٹر غوث بخش بزنجو کے چند اہم قومی مسائل پر ظاہر کردہ خیالات کے بارے میں ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا ہے مسٹر بزنجو کے متوازن خیالات پر ان لوگوں کی طرف سے جو آج اتفاق سے مقتدر عہدوں پر فائز ہیں جس غلیظ ردِ عمل کا اظہار کیا جا رہا ہے اس نے انہیں حسب ذیل بیان جاری کرنے کی ترغیب دی۔

"نیشنل عوامی پارٹی وہ جماعت ہے جو ایک پروگرام اور ناقابلِ انحراف اصولوں کی حامل ہے۔ پارٹی کے کارکن اور رہنما ان اصولوں کو سربلند رکھنے کے پابند ہیں حقیقت یہ ہے کہ پارٹی کے اصولوں میں ان کا غیر متزلزل یقین ہی تھا جس کے نتیجے میں پارٹی کے غیر رسمی قومی کنونشن میں پی این اے سے، جس سے پارٹی نے ایک مخصوص مقصد کے حصول کے لئے اتحاد کیا تھا، علیحدگی کا فیصلہ کیا۔ پارٹی کے ناقابلِ انحراف اصولوں میں سے اہم ترین اصول اس کا یہ ایقان ہے کہ پاکستان کے وفاق کی تشکیل کرنے والے علاقوں کے عوام کے حقوق کا تحفظ کیا جائے۔ یعنی قومیتوں کے ثقافتی، لسانی، معاشی اور سیاسی حقوق کا تحفظ کیا جائے۔ پارٹی کے بنیادی اصولوں میں سے ایک اور اصول یہ ہے کہ پاکستان کے محنت کش عوام کے مفادات کا عَلم بلند کیا جائے اور استحصال کی تمام صورتوں اور غیر ملکی اثرات اور مداخلت کے خاتمے کے لئے جدّ و جہد کی جائے چونکہ مسٹر غوث بخش بزنجو نے این ڈی پی کے ان ہی اصولوں کو پیش کیا۔ اس لئے نواب زادہ نصر اللہ خاں جیسے ناقابلِ علاج جاگیردار اور موجودہ وزیر ظہور الٰہی جیسے نوکر شاہی کے حاشیہ بردار اور ان کے دوسرے ہمسفروں نے مسٹر بزنجو اور ان کے ساتھ ساتھ این ڈی پی کے پروگرام پر خنجر تان لئے ہیں اور اپنے نکتہ منظر کو ثابت کرنے کے لئے اسلام، نظریۂ پاکستان، مسلم قوم، پاکستان کی سالمیت، پاکستانی قوم وغیرہ کو استعمال کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حقیقتاً وہ این ڈی پی، جس کے وہ رکن نہیں ہیں، کے پروگرام کی اپنے مذموم مقاصد کے مطابق تشریح کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اس طرح بزنجو سے اعزاز چھیننے کی کوشش کر رہے ہیں جنہوں نے این ڈی پی کے پروگرام کی درست تشریح کی ہے

ہم مخلصانہ توقع کرتے ہیں کہ قومی اخبارات اور خاص طور پر اس کا وہ حصّہ جو صحیح یا غلط طور پر ماضی میں آزادی کی عدم موجودگی کے بارے میں چلّا رہا ہے، اور جو شاید اس آزادی سے خوش ہے جو اسے حاصل ہے، کہ وہ اپنے فوری مقاصد حاصل کرنے کے لئے مسٹر بزنجو اور مسٹر عطا اللہ مینگل جیسے قومی رہنماؤں کے بیانات اور گفتگو کے معنی اور نیت کو مسخ کر کے قومی فضا کو مسموم نہیں کرے گا

آخر میں ہم پاکستان ڈیموکریٹک پارٹی جو خود ان اور غیر نمائندہ وفاقی حکومت کے تین وزرا پر مشتمل ہے، کے رہنما کے اس طفلانہ اور غیر ذمہ دارانہ بیان کا سخت نوٹس لیتے ہیں کہ جو لوگ افغانستان کے قومی جمہوری انقلاب کی حمایت کرتے ہیں وہ پاکستان کے دشمن ہیں۔ یہ نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی سے کھلی محاذ آرائی ہے اور دوسرے ممالک کے معاملات میں عدم مداخلت کے اصول کی شدید خلاف ورزی ہے جس کا پاکستان پابند ہے اور جس کی بنیاد پر غیر وابستہ اقوام کے گروپ کا رکن بننے کی کوشش کر رہا ہے۔

قوم ایک ذہنی اذیت اور بے یقینی کی کیفیت سے دوچار ہے

اس عید پر ان پر کیا گذری ہو گی جن کے جسموں پر کوڑے برسائے گئے

ظلم کا نشانہ بنایا گیا، جیلوں میں بھر دیئے گئے، بے نظیر بھٹو کا پیغام عید

مس بے نظیر بھٹو نے عید الفطر کے موقع پر ایک پیغام میں چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو اور بیگم نصرت بھٹو کی طرف سے پاکستان کے عوام اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو عید پر مبارک باد دی ہے انہوں نے کہا کہ عید اسلامی تہوار ہے جو ایک دشوار اور صبر آزما امتحان سے کامیابی کے ساتھ گذرنے کے حقیقی صلے اور خوشی کا نام ہے لیکن ہماری ۳۱ سالہ قومی تاریخ میں اور خصوصاً اس بار عید پیام تہنیت کی بجائے غم آلود بن کر آئی ہے۔ آیئے آج کے دن ہم دکھی دلوں، مایوسیوں، غیر یقینی مستقبل اور قومی مصائب و آلام کے گرد و غبار میں اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور اس بات کا سراغ لگانے کی کوشش کریں کہ ہم ایک بے مثال ضابطہ حیات کے امین ہونے کے باوجود حقیقی مسرتوں اور اطمینان قلب کی دولت سے کیوں محروم رہیں؟ یہ بات پوری قوم کے لئے دعوت فکر ہے کیونکہ آج قوم ایک ذہنی اذیت اور بے یقینی کی کیفیت سے دوچار ہے اور زندگی کی حقیقی مسرتوں سے محروم ہے میں اس مقدس اور مبارک موقع پر اس بارے میں کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھتی جو میرے اہل خانہ پر گذر رہی ہے کیوں کہ میں سمجھتی ہوں اور میرا ایمان ہے کہ ہم پاکستانی قوم کے ساتھ اس قدر وابستہ ہو چکے ہیں کہ عوام سے ہمارے رشتے اٹوٹ ہیں انہوں نے کہا کہ اس موقع پر میں چیئرمین بھٹو کے وہ الفاظ یاد دلاتی ہوں جو انہوں نے عہدۂ صدارت سنبھالتے وقت قوم سے خطاب کے دوران کہے تھے کہ میرا کوئی خاندان نہیں، پاکستان کے عوام میرا خاندان ہیں۔ میرے بچے نہیں کیوں کہ پاکستان کے تمام بچے میرے بچے ہیں۔ آنسہ بے نظیر بھٹو نے کہا کہ بانیٔ پاکستان حضرت قائداعظم کی ولولہ انگیز قیادت میں برصغیر کے مسلمانوں نے علیحدہ وطن اس لئے حاصل نہیں کیا تھا کہ یہاں عید کی خوشیاں اور تمام آسائشیں اور مراعات محض مخصوص طبقے تک محدود ہو کر رہ جائیں یہاں قانون کی حکمرانی کے بجائے جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے مصداق کاروبار چلے یہاں غریبوں کو سکھ اور آزادی کا سانس نصیب نہ ہو یہاں عوام، جو طاقت کا اصل سرچشمہ ہیں، ظلم و تشدد اور جبر و استبداد کی چکی میں پستے رہیں یہاں اکثریت پر معمولی اقلیت کی حکمرانی ہو اور سماجی انصاف اور جمہور کی قدریں پامال ہوتی رہیں۔ آنسہ بے نظیر بھٹو نے کہا آیئے عید کے دن پاکستان کی ان ہزاروں ماؤں، بہنوں، بیٹیوں اور بیویوں سے پوچھیں کہ عید پر ان پر کیا گذری۔ جن کے بیٹوں، بھائیوں، اور شوہروں پر قائداعظم کے پاکستان میں کوڑے برسائے گئے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا اور جیلیں بھر دی گئیں ہیں ذرا سانحہ ملتان کے شہداء کے بچوں سے پوچھیں جن کی ماؤں کا سہاگ پلک جھپکتے ہی اجڑ گیا۔ یہ دن ان بچوں کے لئے پیغام تہنیت ہے یا قیامت بن کر آیا ہے۔؟ عید کا حال ملک کے اہل قلم، دانشوروں صحافیوں، مزدوروں، کسانوں، طالب علموں، قومی نمائندوں اور وکلاء سے پوچھیں جن سے ملک کی جیلیں آباد ہیں جنہیں آزادیٔ صحافت اور حقوق کے حصول کے لئے آواز بلند کرنے کی پاداش میں انتقامی کارروائیوں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ ان پر تشدد کیا جا رہا ہے اور روزگار تک سے محروم کیا جا رہا ہے ذرا غور کیا جائے کہ پیپلز پارٹی کے کارکنوں اور پاکستان کے عوام کے لئے یہ عید کیا ہو گی جن کے دلوں کی دھڑکن اور محبوب رہنما جناب ذوالفقار علی بھٹو آج پھانسی کی کوٹھڑی میں قید ہیں اور جو بھوک افلاس اور غربت کے باعث سکھ کا سانس نہیں لے سکتے آج کے دن صحیح طور پر مبارک باد کے مستحق ان پارٹی کارکنوں اور صحافیوں، محنت کشوں اور طلبہ کو قرار دیتی ہوں جو ظلم و جبر کے مقابلے میں سینہ سپر ہو گئے ہیں۔ ہم ان کارکنوں، صحافیوں اور مزدوروں کو سلام کرتے ہیں پوری قوم کی دعائیں ان کے ساتھ ہیں انہوں نے کہا کہ ہر اندھیرے کے بعد صبح طلوع ہوتی ہے یہ نہ سمجھو جو آج ہو رہا ہے وہ ہمیشہ ہوتا رہے گا اگر آنے والی کل کا تصور کر لو تو غیر منصفانہ فیصلے کرتے وقت کانپ اٹھو گے انہوں نے کہا کہ پیپلز پارٹی عوامی جماعت ہے اور یہ عوام ہی کو طاقت کا سرچشمہ سمجھتی ہے عوام کا دکھ اس کا دکھ اور عوام کا سکھ اس کا سکھ ہے پیپلز پارٹی نے ماضی میں بھی عوام کی خاطر ہر قربانی دی ہے اور آئندہ بھی کسی قربانی سے دریغ نہیں کرے گی پارٹی نے اسلام کے سنہری اصولوں کے مطابق استحصال سے پاک معاشرے کے قیام کے لئے جو عہد کر رکھا ہے۔ وہ مقدس عہد ہے یہ عہد کبھی نہیں ٹوٹ سکتا۔ غریب اور پسے ہوئے عوام کا جو قافلہ اقتصادی انصاف اور روشن مستقبل کی طرف رواں دواں ہے اسے اب کوئی نہیں روک سکتا، پیپلز پارٹی جمہوریت پر یقین رکھتی ہے پارٹی سمجھتی ہے کہ مستحکم جمہوریت کے بغیر ملک ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہو سکتا جب تک جمہوری اداروں کو استحکام نہیں ملتا اور عوام کے بنیادی حقوق بحال نہیں ہوتے اس وقت تک پاکستان کے قیام کا مقصد بھی پورا نہیں ہو سکتا قائداعظم کا مطمع نظر بھی یہی تھا اور ہم اس مقصد کے لئے جد و جہد کرتے رہے ہیں انہوں نے کہا کہ چیئرمین بھٹو خود یہ اعلان کر چکے ہیں کہ وہ غریبوں کے ساتھ جئیں گے اور غریبوں کے ساتھ مریں گے اور پارٹی سمجھتی ہے کہ معاشرے میں محنت کشوں، مزدوروں، کسانوں، طلبہ اور دانشوروں کی سربلندی کے لئے منصفانہ سماجی نظام کا قیام ناگزیر ہے ان کی حقیقی عید جب ہو گی جب یہ ممکن ہو سکے گا۔

غیبوں کی ڈائری

زبیری اور نیازی کی ڈیوٹی ایک ہی ہے

زبردستی ہٹایا جانیوالا واپس بھی آسکتا ہے

اور ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہا تھا کہ عوام میں افقی اور عمودی کشیدگی ہے اس صورت حال میں انتخابات نہیں ہونے چاہئیں۔ لیکن قومی اتحاد کے بقراط جن میں جناب اصغر خاں بھی شامل ہیں اس نقطۂ نظر سے اتفاق نہیں کرتے تھے۔ ان کا دراصل مقصد جو تھا اس کی وضاحت مرد آہن جناب ضیاء الحق نے خود کردی ہے۔ یہ کہ: "مسلح افواج کے سربراہوں پر مشتمل سپریم کونسل برقرار رہے گی کیونکہ میں اسی کی وجہ سے یہاں بیٹھا ہوں۔ اور میری طاقت کا ذریعہ وہ ہے جبکہ قومی اتحاد کے وزراء میری وجہ سے ہیں۔ میں نہ ہوتا تو یہ بھی نہ ہوتے"۔

اس تمہید کے ساتھ ہم اب موجودہ صورت حال کی طرف آتے ہیں۔ سنا ہے کہ بلوچستان کے رہنما جناب عطاء اللہ مینگل کو رام کرنے کے لئے طلب کیا گیا تھا اور سرحد اور بلوچستان کی صوبائی حکومتیں بھی حوالے کرنے کی پیش کش کی گئی تھی۔ کیونکہ اعلیٰ ترین عہدوں پر فائز بیوروکریسی کے ارکان (جن میں وردی پوش اور سادہ لباس والے دونوں شامل ہیں) کا خیال ہے کہ نئی وفاقی کابینہ توقعات کے مطابق عوام سے رابطہ قائم کرنے میں ناکام رہی ہے۔ اس لئے صوبائی حکومتوں کا قیام ضروری ہے۔ صوبائی حکومتوں کے قیام کے سلسلے میں ان کے خیال کے مطابق پنجاب اور سندھ میں تو کوئی مخالفت نہیں ہوگی۔ البتہ سرحد اور بلوچستان میں لوگ واویلا کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اس متوقع واویلے پر قابو پانے کے لئے این ڈی پی کو پیش کش کی گئی کہ وہ اگر چاہے تو سرحد اور بلوچستان میں صوبائی حکومتیں بنا سکتی ہے مگر این ڈی پی بالعموم اور بلوچستان اور سرحد این ڈی پی بالخصوص اس پیش کش کے نتائج و عواقب سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہم ایک مرتبہ یعنی بھٹو کے دور میں اس جال میں پھنسے تھے، لیکن اب نہیں پھنسیں گے۔ این ڈی پی کے رہنما یہ بھی کہتے ہیں کہ بھٹو صاحب کے زمانے میں صوبائی حکومتوں میں شمولیت کی تجویز کو کالعدم نیپ نے اس لئے بھی تسلیم کرلی تھی کہ وہ ان دونوں صوبوں میں نمائندہ حیثیت کی حامل تھی۔ تاہم ان دونوں صوبوں میں حکومتوں کی تشکیل کے بعد ہمارے ساتھ جو رویہ اختیار کیا گیا ہے اس نے ہمیں خوب سبق سکھا دیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ بھٹو صاحب نے کالعدم نیپ کی صوبائی حکومتوں کو کیوں ہٹایا تھا اور ان کے اس فیصلے کے پیچھے کیا عوامل کارفرما تھے۔ لہٰذا جانتے بوجھتے مکھی نگلنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ اور ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے یہ تجویز قبول کرلی تو اس مرتبہ ہمارا حشر پہلے سے برا ہوگا۔

این ڈی پی کے رہنما اپنے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عابد زبیری سے شدید بیزار ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یہ شخص این ڈی پی میں وہی رول ادا کر رہا ہے جو پیپلز

اس بار حشر پہلے سے بھی برا ہوگا

قارئین کرام۔ اگر ہم نجومی ہوتے تو یہ پیشنگوئیاں کرتے کہ گو اس ملک میں جانے والا ایک چہرہ کبھی دوبارہ برسر اقتدار نہیں آیا۔ لیکن پے در پے جو حماقتیں ہوئی ہیں ہو رہی ہیں اور یقین ہے کہ آئندہ بھی سرزد ہوتی رہیں گی ان کے نتیجے میں ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو ہمارے ہاں کی دیرینہ روایت کے مطابق زبردستی ہٹایا جانے والا ضرور واپس آئے گا۔ اور اگر وہ خود نہ آئے تو اس کا بھوت آئے گا اور کافی عرصے تک لوگوں کی نیندیں حرام کئے رکھے گا لیکن افسوس کہ ہم نجومی نہیں!

یہاں سے واشنگٹن تک، راستے میں جتنے ملک پڑتے ہیں، ان کے حکمرانوں اور عوام کی نظریں پاکستان کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ امریکہ کے حامی حکمران جو چلی کے آنجہانی صدر آلندے کو دی جانے والی سزا سے اتفاق کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ امریکہ کی بالادستی قائم رکھنے کا صحیح ترین طریقہ یہی ہے۔ دوسری طرف ان ممالک کے عوام صدر کارٹر کے انسانی حقوق کے نعرے کو ایک ڈرامہ قرار دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اس نعرے کے نتیجے میں بھی امریکہ کی نیک نامی میں اضافہ نہیں ہوا ہے بلکہ اس سے "بدصورت امریکن" مزید بدصورت ہوتا جا رہا ہے۔ بہانہ بنایا گیا تھا انتخاب میں دھاندلیوں کا۔ اصول کی بات بھی ہے کہ اگر انتخابات کا تقدس پامال ہوا تھا تو دوبارہ انتخابات کا مطالبہ جائز تھا اس مطالبے کو جانے والے نے بھی تسلیم کیا تھا اور یہی نہیں ... قومی اتحاد کے ۳۲ نکات بھی تسلیم کئے تھے

پارٹی میں کوثر نیازی کا تھا۔ بلوچ رہنما جناب غوث بخش بزنجو نے گزشتہ دنوں لاہور میں قومیتوں کے مسئلے پر جو بیان دیا تھا۔ اس کے ردِ عمل کے طور پر چند سرکاری اخبارات میں (جنگ، پاکستان ٹائمز، جسارت اور مارننگ نیوز) این ڈی پی کے مرکزی رہنماؤں کے حوالے سے ایک خبر شہ سرخیوں کے ساتھ شائع کرائی گئی تھی، جناب بزنجو کو ان کے اس بیان کے بعد این ڈی پی میں شامل نہیں کیا جائے گا۔ اس خبر کے بارے میں عام تاثر یہی ہے کہ اس کا "ذریعہ عابد زبیری ہی تھے۔

این ڈی پی کے رہنماؤں کے بقول عابد زبیری جنہوں نے ابتدا میں ہندوؤں اور سانپوں کی بر آمدی تجارت سے کافی روپیہ کمایا تھا، ان دونوں اقسام کے جانوروں سے قربت کی وجہ سے ان کی خصلتیں اپنا چکے ہیں۔ جب پارٹی کے اندر اراکین کی اکثریت ان کی حرکتوں پر سخت سست کہتی ہے تو وہ اچھل پھاند کر کے اپنے آپ کو بچا لیتے ہیں اور جیسے ہی موقع ملتا ہے پلٹ کر ڈس لیتے ہیں

یہ تو تھی این ڈی پی کی اندرونی صورت حال اب آیئے تحریک استقلال کی طرف۔ تحریک استقلال ملک کی واحد سیاسی جماعت ہے، جس نے ریٹائرڈ بیوروکریٹوں کو اتنی بڑی تعداد میں پناہ دے رکھی ہے کہ اس میں شامل حقیقی معنوں میں سیاسی ذہن رکھنے والوں کا دم گھٹنے لگا ہے۔ ایسے عناصر دن کو دن کہنا چاہتے ہیں لیکن تحریک استقلال میں موجود محکمہ سراغرسانی کے ایک ریٹائرڈ سربراہ کو دیکھ کر خاموش رہ جاتے ہیں۔ لیکن ایسے عناصر جو خاموش رہ جاتے ہیں ان کا تعلق سندھ اور پنجاب سے ہے۔ بلوچستان میں تحریک کے سیاسی رہنما جناب اکبر بگٹی نے حال ہی میں بلوچستان کے پس منظر میں جو بیان دیا تھا، وہ اسی گھٹن کا ایک حصہ ہے۔ اس بیان پر توقع کے مطابق، تحریک کے اندر اور باہر اتنی ہی لے دے ہوئی جتنی بزنجو صاحب کے بیان پر ہوئی تھی۔ حالانکہ بگٹی صاحب نے قومیتوں کا ذکر نہیں کیا تھا انھوں نے تو بس اتنا کہا تھا کہ چھوٹے صوبوں کو ان کا حقوق ملنا چاہیئے۔ اگر جداگانہ انتخابات کے نعرے کی بنیاد پر آئین میں ترمیم پر غور کیا جا سکتا ہے تو صوبائی خودمختاری کی نوعیت پر ترمیم کے سلسلے میں کیوں غور نہیں کیا جا سکتا ہے بات بڑی مدلل اور معقول ہے۔ لیکن نہ معلوم کیوں تحریک استقلال کے نائب صدر جناب وزیر علی کو جن کا تعلق پنجاب سے ہے، پسند نہیں آئی۔ اور انھوں نے لاہور میں بڑے غیظ و غضب کے ساتھ اپنا ردِ عمل ظاہر کیا ہے۔

مولانا کوثر نیازی ان دنوں کراچی آئے ہوئے ہیں کراچی میں وہ عموماً سابق وزیر اعلیٰ سندھ جتوئی صاحب کے ٹھہرا کرتے تھے، لیکن اپنے گزشتہ دورۂ کراچی کے موقع پر ان کے ساتھ غلام مصطفیٰ جتوئی کے ملازمین نے جو رویہ اختیار کیا تھا، اس کے بعد شاید انھیں وہاں ٹھہرنے کی ہمت نہیں پڑی اور انھوں نے ایک سابق مسلم لیگی رہنما جناب طارق سعید کے گھر پڑاؤ ڈالا، جن پر انھوں نے حال ہی میں ایک بہت بڑا احسان کیا ہے۔
وہ احسان کیا ہے، یہ ہم نہیں بتائیں گے، لیکن اتنا ضرور کہیں گے جناب طارق سعید اور جناب ضیاء عباس جس معاملے میں ملوث تھے اس سے گلو خاصی نظام مصطفیٰ کے اس دور میں مولانا کوثر نیازی کی کوششوں سے ہوئی ہے

بہر حال مولانا کوثر نیازی نے طارق سعید کے گھر پر ایک پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ پریس کانفرنس میں بمشکل چار اخباری نمائندے موجود تھے اور انھوں نے بھی مولانا کوثر نیازی کا این ڈی پی پر گرجنا برسنا سنا۔ سننے کے بعد اس رائے کا اظہار کیا کہ پیپلز پارٹی میں توڑ پھوڑ کرانے کے بعد مولانا صاحب کو اب حکام بالا نے این ڈی پی میں پھوٹ ڈالنے کا فریضہ سونپا ہے۔ یہ تو وقت بتائے گا کہ وہ اس نئے کام میں کامیاب ہوتے ہیں یا نہیں لیکن ہر دو صورتوں میں این ڈی پی ترتیب کے اعتبار سے تیسری جماعت ہوگی۔ جس میں وہ اپنی سازشیں آزمائیں گے واضح رہے کہ ان کا پہلا نشانہ جماعت اسلامی تھی دوسرا نشانہ پیپلز پارٹی اور ظاہر ہے کہ یہ تیسری جماعت ہے۔

پریس کانفرنس میں عبدالسلام اختر بہت بجھے بجھے تھے۔ گنتی کے چند کارکنوں میں وہ بھی شامل تھے اور دبے لہجے میں کہہ رہے تھے کہ ہمیں تو کمال اظفر نے منہ دکھانے کے قابل نہیں رکھا۔ خود تو خاموشی سے نکل گئے۔ اب ہمیں اسی کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ یاد رہے کہ عبدالسلام اختر، کمال اظفر، مولانا زاہر قاسمی طارق سعید، ضیاء عباس اور اسی قبیل کے دیگر کارکن خود کو ایک زمانے میں بھٹو صاحب کی اصلی پیپلز پارٹی کے ستون قرار دیتے تھے۔ اب یہ ستون اپنی جگہ سے ہٹ گئے ہیں اور کسی نئی چھت کی تلاش میں ہیں جسے سہارا دے سکیں۔

اساتذہ آئندہ انتظامیہ سے تعاون نہیں کریں گے

محمد ایوب صابر

گورنمنٹ ٹیچرز ایسوسی ایشن ضلع خضدار کا ایک اجلاس مسٹر مولا بخش مینگل صدر ٹیچرز ایسوسی ایشن ضلع خضدار کی زیرِ صدارت منعقد ہوا۔ اجلاس میں محمد ایوب صابر جنرل سکریٹری نے ڈپٹی کمشنر خضدار، سب مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سے ملاقات اور ان کے خیالات سے تمام اساتذہ کو آگاہ کیا۔ اس سلسلے میں اساتذہ سے رائے طلب کی جس پر اساتذہ نے مندرجہ ذیل رائے قرارداد کی صورت میں پاس کی۔

(۱) اجلاس نے اس امر پر اظہارِ افسوس کیا کہ حکومت نے اساتذہ کے مسائل کو حل کرنے کے لئے سنجیدگی سے کوئی توجہ نہ دی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اساتذہ کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی ہے۔ اور گورنمنٹ نے ٹیچرز ایسوسی ایشن کی قرارداد پر عملی قدم نہیں اٹھایا۔ لہٰذا اساتذہ نے سابقہ فیصلہ کے مطابق ۱۵ راگست سے کلاس بائیکاٹ کریں گے۔ مسٹر مولا بخش مینگل کی قیادت میں ایک سات رکنی ایکشن کمیٹی تشکیل دی جائے۔

(II) چونکہ اساتذہ بلوچستان محبِ وطن ہیں اور پاکستان سے دلی لگاؤ اور محبت رکھتے ہیں۔ لہٰذا اساتذہ ایسا کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔ جس سے امن و امان میں خلل پیدا ہو۔ لہٰذا ۲۰ راگست کو ہی مظاہرے کی بجائے تمام اساتذہ ضلع خضدار اپنے اپنے عہدوں سے احتجاجاً استعفیٰ دیں گے۔ کیونکہ اساتذہ اپنی ملازمت کو غیر محفوظ سمجھتے ہوئے باعزت طریقے سے ملازمت سے دست بردار ہوں گے۔

(III) اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ چونکہ انتظامیہ نے اساتذہ کے مسئلہ کو حل کرنے میں کوتاہی کرتے ہوئے تعاون نہیں کیا۔ لہٰذا اساتذہ بھی آئندہ انتظامیہ سے کسی قسم کا کوئی تعاون نہیں کریں گے۔ جس میں انتخابی فہرست کی تیاری بھی شامل ہے۔

پشاور —— امان تاجک

بزنجو کا بیان اپنے خلاف سرکاری حلقوں کی افواہوں کی تردید ہے

غوث بخش بزنجو کے بیان نے پاکستان کی غلام سیاست میں ایک آگ سی لگا دی ہے۔ ہر کوئی اس کی مخالفت میں بیان داغ کر اپنے نمبر بنانے کے چکر میں ایک دوسرے سے آگے بھاگنے کی کوشش کر رہا ہے خود کو محب الوطن اور فوجی جنتا کا وفادار ثابت کرنے کے لئے ایک سے ایک دلیل نکال رہا ہے، ایک لخت بے آئین اور غیر جمہوری پاکستان میں جمہوریت سے لے کر آئین کی پاسداری تک کے تذکرے شروع ہو گئے ہیں۔ جمہوریت کا وہ ذکر کر رہے ہیں جنہوں نے جمہوریت کو اپنے گھر کی لونڈی سمجھ کر اسے بری طرح پامال کیا ہے۔ عجیب طرفہ تماشا ہے کہ انتہائی ڈھٹائی سے وہ بھی آئین کا نام لے رہے ہیں جو چند دن پہلے معطل اور بے آئین حکومت میں وزارت کا حلف اٹھا چکے ہیں۔ ان میں نوابزادہ نصراللہ خان بھی ہیں، جو بزعم خود جمہوری اقدار کے احیاء کے بہت بڑے داعی ہیں اور جو غیر منتخب حکومت میں شرکت غیر جمہوری فعل سمجھتے تھے۔ بہرکیف بزنجو کے بیان نے جہاں چور دروازے سے ایوان اقتدار میں داخل ہونے والوں کو زلزلے میں مبتلا کر دیا ہے، وہیں سرحد میں کچھ خوشگوار اثرات بھی چھوڑے ہیں۔ اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ سرحد کے سارے لوگ مسٹر بزنجو سے اتفاق کرتے ہیں بلکہ یہ انبساط ان افواہوں کی موت کی صورت ہوا کہ بلوچی لیڈروں کے بارے میں سرکاری حلقوں کی طرف سے ناخوشگوار افواہوں کا ایک سلسلہ جاری تھا کہ بلوچی لیڈر سرکار سے سمجھوتہ کر چکے ہیں، جن میں بلوچی عوام کا وقار بری طرح مجروح ہوا ہے۔ اور بزنجو کا نام اس سلسلہ میں استعمال کیا جا رہا تھا۔ اب بزنجو کے بارے میں پھیلی افواہوں ہی کا گلا نہیں گھٹ جائے گا بلکہ یہ بات سامنے آگئی ہے کہ موجودہ حکومت بلوچیوں کے بارے میں وہی رویہ قائم کئے ہوئے ہے، جس کے سبب پچھلی حکومت سے بلوچی شاکی تھے۔ اور ان سرگوشیوں کو بھی زندگی ملے گی، کہ اس وقت بھی ان کی لڑائی بھٹو یا پاکستانی فوج سے نہیں تھی بلکہ امریکہ اور اس کے حامیوں سے تھی

این ڈی پی کے مقامی رہنما نے بزنجو کے خلاف سرکاری اور جماعتی پریس کے معاندانہ اور مکروہ پروپیگنڈے کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ این ڈی پی، تحریک استقلال اور جمعیت علمائے پاکستان کے کاندھوں پر سوار ہو کر اتحاد کے ان لوگوں نے مسٹر بھٹو کے خلاف تحریک چلائی تھی۔ ورنہ مسلم لیگ جس سے لوگ نفرت کرتے ہیں جمعیت علمائے اسلام سرحد کے ایک کونے تک محدود ہے جماعت اسلامی جو امریکی لیڈروں کے نمائندے کی حیثیت سے لوگ ان کے قریب جانا پسند نہیں کرتے، نوابزادہ نصراللہ خان کی ساری پارٹی ایک منی بس میں آسکتی ہے اور خان اشرف جن کی پارٹی کے سارے ارکان کی تعداد ایک تانگے کی سواریوں کے برابر ہے، بھٹو کے خلاف تحریک چلانے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اسی لئے انہوں نے نہ صرف ہاتھ پاؤں جوڑ کر انتخابات ملتوی کروائے بلکہ اسلام اور جمہوریت کے ان دعویداروں نے فوجی حکومت کے اقتدار میں شامل ہوتے ہیں کوئی بشرم بھی محسوس نہ کی۔

این ڈی پی کے ان حلقوں نے کراچی کے ایک اخبار اور این ڈی پی کے کراچی کے مرکزی عہدیدار کے بیان پر برہمی کا اظہار کیا۔ جنہوں نے بزنجو کے خلاف این ڈی پی کی طرف سے بیان جاری کیا۔ ان حلقوں کا کہنا ہے کہ پاکستان کی تخلیق سے ہی سرحد اور بلوچستان کے عوام ایک حد تک صوبائی خودمختاری کا اس لئے مطالبہ کرتے رہے ہیں، تاکہ چھوٹے صوبوں کے عوام کو ایک تو بڑے صوبے کے عوام کے معیار تک لایا جاسکے۔ دوسرا صوبے کے وسائل کو ان کے اپنے عوام کی فلاح و بہبود اور ترقی پر خرچ کر کے بڑے صوبوں کی اسٹیبلشمنٹ سے بچایا جاسکے اور سرحد اور بلوچ رہنما اب تک اس موقف پر قائم ہیں اور پاکستان کی تشکیل کا مقصد بھی اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک کہ چاروں صوبوں کے عوام اپنے وسائل استعمال کر کے غربت، بے روزگاری بیماری، ناخواندگی اور اسٹیبلشمنٹ سے نجات حاصل نہ کر لیں۔

سیاسی حلقوں نے اس بات پر شدید تشویش کا اظہار کیا تھا کہ سرحد میں بعض جگہوں پر ایسے مرکز سننے میں آتے ہیں، جن میں مخصوص لوگوں کو تربیت دی جا رہی ہے۔ اور اب اس سے بھی زیادہ خوفناک خبر نے ان حلقوں کو شدید اعصابی تشنج کا شکار کر دیا ہے کہ سرحد میں ایک سامراج دوست جماعت کو جس کی تعداد یہاں اعشاریہ صفر صفر ایک بھی نہیں بنتی، ان میں اسلحہ تقسیم کیا جا رہا ہے۔ اس جماعت کی سرپرستی ہشت نگر، سوات اور مردان کے کچھ خوانین کر رہے ہیں جن کا سیاسی کردار ہمیشہ مشکوک رہا ہے۔ یہ اسلحہ کیوں تقسیم کیا جا رہا ہے، اور اسلحہ تقسیم کرنے والے اس سے کیا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں، یہ تو اب تک ظاہر نہیں ہو سکا لیکن ہم اس بات کو اسلحہ کی ان افواہوں کے آغاز ہی میں یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ سرحد کے عوام دوسرے صوبوں کے عوام کی نسبت مختلف ہیں اور قطعی مختلف نفسیات رکھتے ہیں۔ یہاں کا بچہ اپنی پیدائش کے دو سال بعد جن کھلونوں سے کھیلتا ہے، وہ بھی آتشیں اسلحہ ہوتا ہے۔ اور جب وہ اپنے گھٹنوں کے بل کھڑا ہوتا ہے، اس کی انگلیاں ٹریگر پر پہنچ جاتی ہیں، تاآنکہ وہ آخری سانس کو نہ پہنچ جائے

اس لئے ان لوگوں کو جو کسی نہایت احمقانہ مشورے کے تحت ایسا کوئی اقدام کرنے کی سوچ رہے ہیں، انہیں پاکستان کی سالمیت اور بقا کی خاطر باز رہنا چاہئے اور سرحد کی سیاست میں یہ خوانین نہ پہلے کوئی سٹینڈ لے سکے ہیں، نہ اس حکومت کے لئے کوئی سہارا بن سکیں گے۔ کہ یہ موقعہ پرستی کی پیداوار موقعہ پرستی کے سائے میں ہی اپنی عافیت سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں کوئی بھی فیصلہ کرنے سے قبل اس کے منصوبہ کاروں کو چار مرتبہ سنجیدگی سے سوچ لینا چاہئے۔ مبادا، انہیں کل پچھتانے کا وقت ہی نہ ملے۔

سرحد پی پی کے رہنما ظفر قریشی نے کہا ہے کہ اسلام اور جمہوریت کی رٹ لگانے والے اب کتنی خاموشی کے ساتھ چور دروازوں سے اقتدار میں شامل ہو گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ نہ صرف پاکستان کے خلاف امریکی بلکہ اسلام کے خلاف صیہونیت کی بھی مکروہ سازش نظر آتی ہے کیونکہ جس طرح اسلام کا نام استعمال کیا گیا، اور اب تک اسلام کو بار بار استعمال کر رہے ہیں، اس سے اسلام کے بارے میں لوگوں کے ذہنوں میں غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں وہ اس لئے کہ جس رفتار سے یہ سارے لوگ جھوٹ بول رہے ہیں اور اس میں اسلام کے نام کو اسی رفتار سے استعمال کر رہے ہیں وہ ان کے بہرے پن کا ثبوت ہے اس لئے خدانخواستہ لوگ یہ نہ سمجھنے لگیں کہ یہی اسلام ہے۔ انہوں نے کہا کہ جھوٹے نہ صرف خدا کے مجرم ہوتے بلکہ انہیں ایک اور عوام کی عدالت بھی سزا کا مستوجب قرار دے سکتی ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ انتخابات کرانے کے فوری انتظامات کئے جائیں، پی پی پی کے کارکنوں کو اس کی قیادت سمیت رہا کیا جائے اور یک طرفہ کھیل بند کیا جائے۔

شاہ زلمو جرگہ داؤد زئی یونٹ کا ایک خصوصی اجلاس خان گل کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں پریس اور صحافیوں کے خلاف حکومت کے تازہ اقدامات کو تشویش کی نظر سے دیکھا گیا۔ اجلاس میں مقررین نے کہا کہ ایک طرف حکومت قرطاس ابیض چھاپ کر پچھلی حکومت کی پریس دشمنی کو اچھال رہی ہے اور دوسری طرف خود وہ اقدامات صرف ایک سال میں کر چکی ہے جو گذشتہ ۳۱ سال میں بھی نہیں ہوتے تھے۔ اجلاس نے صحافیوں اور الفتح، مساوات، امن، صداقت اور معیار کے کارکنوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا کہ بند کئے جانے والے جریدوں پر پابندی ختم کی جائے، صحافیوں کو رہا کر کے انہیں ان کی ملازمتوں پر بحال کیا جائے۔

سرحد کسان جرگہ کے جنرل سکریٹری عبدالنعیم ایڈووکیٹ نے کسان جرگہ کے جوائنٹ سکریٹری شیر آمان اور علاقہ بونیر کسان جرگہ کے صدر میر علی خان کی گرفتاری پر غم و غصہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ جماعت اسلامی اور وہاں کے خوانین کے اشاروں پر کارروائی کر کے

خوانین میں اسلحہ کی تقسیم ملک کے لئے نقصان دہ ثابت ہو گی

علاقہ بونیر میں بے چینی پیدا کی جا رہی ہے جس سے حالات سنگین ہو گئے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ ایک طرف اسلامی نظام کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے کہ اس نظام میں مزدوروں، کسانوں اور غریب محنت کشوں کے مسائل کا حل پیش کیا جائے گا تو دوسری طرف یہی نام نہاد اسلامی نظام کے ٹھیکیدار مزدوروں، کسانوں اور صحافیوں کو گرفتار کر کے جیلوں اور کوڑوں کی سزا دے رہے ہیں جو نہ صرف غیر انسانی بلکہ مجرمانہ فعل ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں حکمران طبقات نے ایسے حالات پیدا کئے ہیں جس سے ملک کے محنت کش طبقات کی زندگی تنگ ہوتی جا رہی ہے جو کسی وقت لاوے کی صورت میں پھٹ سکتی ہے، یہ نہیں جانتے کہ دنیا میں قومی تحریکوں کو بند ڈالنے والوں کا کیا حشر ہو چکا ہے۔ نیز موجودہ صدر کے خیال میں امریکی سامراج اور ان کے پروردہ جاگیردار، سرمایہ دار اتنے بوسیدہ ہو چکے ہیں کہ اب حکومت کرنے کے قابل نہیں رہے چنانچہ عوام کی توجہ تشدد کے ذریعے مسائل سے ہٹانا چاہتے ہیں لیکن اب محنت کش عوام کا شعور اتنا بڑھ چکا ہے کہ وہ دوست اور دشمن کو پہچاننے لگے ہیں اور ان کو مزید دھوکے میں نہیں رکھا جا سکتا۔

نیشنل پروگریسو پارٹی زیدہ صوابی کے رکن عبدالرؤف نے ایک اخباری بیان میں حکومت سے پرزور مطالبہ کیا ہے کہ پارٹی کے مرکزی سکریٹری جنرل مسٹر افراسیاب خٹک اور طالب علم رہنما صاحب شاہ صابر کو فوراً رہا کیا جائے۔ ان کی گرفتاری محنت کش عوام کی جمہوری تحریک کو ناکام بنانے کی ایک سازش ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہالہ مالاکنڈ میں بھی بدنام زمانہ سی آئی اے کی پروردہ سیاسی تنظیم جماعت اسلامی اور مفاد پرست خوانین افسر شاہی سے مل کر عوام سے ان کے حقیقی رہنماؤں کو دور رکھنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں تاکہ آنے والے طوفان کو ذرا دیر کے لئے روکا جا سکے لیکن ہم ان پر واضح کرنا چاہتے ہیں کہ تاریخی ارتقا کے نتیجے میں رونما ہونے والے طوفانوں کو کفر کے فتوؤں گرفتاریوں اور تشدد سے نہیں روکا جا سکتا۔ ساری دنیا اب انقلابات کی لپیٹ میں آ چکی ہے۔ قبائلی طبقات عوام کی انتہائی تیزی کے ساتھ پیش قدمی دیکھ کر کانپ رہے ہیں اور ساتھ ہی سامراج کی سکھائی ہوئی چالوں سے عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش بھی کر رہے ہیں لیکن طبقاتی شعور اس حد تک بڑھ چکا ہے کہ عوام اب اچھی طرح سمجھ گئے ہیں کہ سامراج کے گماشتے نام نہاد جمہوری نعروں اور اسلام کا مقدس نام بوسیدہ سماجی نظام کو محنت کش عوام کی یلغار سے بچانے کے لئے استعمال کر رہے ہیں جس میں ملکیت رکھنے والے مٹھی بھر سرمایہ دار، جاگیردار اور مراعات یافتہ طبقات سے تعلق رکھنے والے افسر شاہی کو کروڑوں مظلوم عوام کے خون چوسنے کی قانونی آزادی ہے۔ لیکن وہ دن دور نہیں جب پاکستان کے استحصال زدہ غریب عوام اپنے طبقاتی دشمنوں کو ان کے بوسیدہ سماجی نظام اور ظلم و جبر کی تمام تر شکلوں سمیت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دفن کر دیں گے۔ عبدالرؤف نے اسیران مالاکنڈ، بونیر اور ملک بھر کے گرفتار شدہ صحافیوں، مزدوروں، کسانوں اور طالب علم رہنماؤں کو رہا کرنے کا پرزور مطالبہ کیا۔

مفتی اور فاروقی صحافیو

سرکاری ہینڈ آؤٹ ذہنی
ذیوالیہ پن کا مظہر

حفیظ راقب۔ سکریٹری جنرل ایپنک
منہاج برنا۔ صدر پی ایف یو جے و چیئرمین ایپنک
نثار عثمانی۔ سکریٹری جنرل پی ایف یو جے

شبیہہ الحسن

پی ایف یو جے اور ایپنک نے ۸ نکاتی مطالبات کی جدوجہد کے آغاز سے قبل حکومت کو مذاکرات کا کافی وقت دیا تھا۔ تحریک شروع ہونے کے بعد بھی مشترکہ مجلس عمل کی جانب سے بار بار اس بات کا اعادہ کیا گیا کہ مذاکرات کے دروازے کھلے ہوتے ہیں اور حکومت کو چاہیئے کہ وہ حقیقی رہنماؤں سے پریس کے مسائل پر کھلے دل سے بات چیت کرے لیکن حکومت نے شاید اسے پی ایف یو جے اور ایپنک کی کمزوری پر محمول کیا۔ اس کی ایک وجہ وہ چند زر خرید اخلاق باختہ نام نہاد صحافی بھی ہو سکتے ہیں، جنہوں نے حکومت یا نوکر شاہی کے اشارے پر پی ایف یو جے اور ایپنک کی متوازی تنظیم بنانے کی سازش کی۔ اگر کسی نے حکومت کو نیک نیتی سے یہ مشورہ دیا کہ صحافیوں اور پریس کارکنوں کے حقیقی رہنماؤں منہاج برنا، نثار عثمانی اور حفیظ راقب سے بات چیت کی جاتے تو یہی غدار ٹولہ آڑے آیا۔ اور اس نے گڑگڑا کر التجا کی کہ اگر یہ بات کامیاب ہو گئی تو ہمارا کیا حشر ہوگا، جب کہ ہم نے حکومت وقت کے اشارے پر پریس کارکنوں کے مفادات سے غداری کا خطرہ مول لیا۔"

اسی غدار اور بے شرم ٹولے نے حکومت کے کارپردازوں کو یہ باور کرایا کہ پی ایف یو جے اور ایپنک کی تحریک چند دنوں، پھر کہا گیا کہ چند ہفتوں میں دم توڑ دے گی لیکن پاکستان کے عوام اس بات کے گواہ ہیں کہ پریس کے کارکنوں نے معاشرے کے دیگر محنت کش طبقات کے تعاون اور سرگرم حمایت سے اس تحریک کو ۵۲ ویں دن میں کامیابی سے داخل کر دیا۔ اب پریس کارکنوں اور محنت کشوں کی اس عظیم الشان تحریک کے تاثر کو کم کرنے کے لئے پریس نوٹ جاری کیا جا رہا ہے کہ اس تحریک میں صحافیوں کی تعداد ۲۰ فیصد ہے اور زیادہ تر لوگ مساوات کے ہیں۔ عقل کے پیچھے لٹھ لے کر گھومنے والوں کو اس قسم کا بیان جاری کرنے سے قبل کم از کم گرفتار صحافیوں کی صحیح تعداد اور ان کے اخبارات کے بارے میں ہی درست معلومات حاصل کر لینی چاہئیں تاکہ ایسے گمراہ کن بیانات اور اس کے پس پشت کام کرنے والے ذہن کا کچھ تو "بھرم" قائم رہے۔ کیا ضروری ہے کہ ذہنی دیوالیہ پن کی ایک سے بڑھ کر ایک مثال قائم کی جائے۔

قومی اتحاد کے سربراہ مفتی محمود کی جانب سے پہلی بار کھل کر پی ایف یو جے اور ایپنک کے رہنماؤں کو مذاکرات کی پیشکش کی گئی۔ اور تحریک کے مؤثر وجود کو تسلیم کرتے ہوتے کہا گیا کہ حکومت اور پریس کارکنوں کے درمیان محاذ آرائی ختم ہونی چاہیئے۔ حکومت کو چاہیئے کہ وہ گرفتار شدگان کو رہا کر دے۔ نیشنل پریس ٹرسٹ کے برطرف ملازمین کو ملازمتوں پر بحال کرے، دوسری طرف پی ایف یو جے اور ایپنک اپنی تحریک ختم کر دیں اور اس کے بعد مطالبات کے سلسلے میں مذاکرات کریں۔

اس بیان کے دوسرے دن پی ایف یو جے کے سیکریٹری جنرل نثار عثمانی کا جواب شائع ہوا جس میں اس پیشکش کا خیر مقدم کرتے ہوتے کہا گیا کہ پی ایف یو جے اور ایپنک نے مذاکرات سے کبھی انکار نہیں کیا۔ حکومت تمام گرفتار شدگان کو رہا کرے، برطرف صحافیوں کو بحال کرے، ہم مذاکرات کے لئے تیار ہیں۔" لیکن اس مثبت جواب کے باوجود سرکاری حلقوں میں خاموشی چھائی رہی۔ ہماری اطلاعات کے مطابق بکاؤ ٹولہ اور جماعت اسلامی نے مفتی صاحب کے اس بیان کا برا منایا اور مسلسل دو روز تک لاہور اور اسلام آباد کے سرکاری حلقوں کے چکر کاٹے گئے۔ تاکہ معاملہ اس سے آگے نہ بڑھ سکے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ قومی اتحاد کی حکومت میں اتحاد کے سربراہ مفتی محمود زیادہ طاقت ور

...اور موثر ہیں یا یہ زر خر...
اسلامی کے کھونٹے پر اُچھ...
تک جناب نثار عثمانی کے...

تازہ بہ تازہ وزیر اطل...
صفِ اول کے رہنما بھی ہیں...
سے منفی جواب ضرور موصول...
ہی چاہیئے، کیونکہ جماعت ا...
کارکنوں کے غیر متنازعہ رہنم...
رفقا کمیونسٹ اور قابل گرد...

صحافیوں کی تحریک عوامی
تحریک بن چکی ہے

رسول بخش پلیجو کی جانب سے تشدد او...

عوامی تحریک کے جنرل سکریٹری جناب رسول بخش پلیجو نے آج ایک اخباری بیان میں آزادیٔ صحافت کی جنگ میں حصہ لینے والے صحافیوں، دانشوروں، ہاریوں مزدوروں اور شاگردوں کو اپنی مکمل حمایت اور تعاون کا یقین دلاتے ہوتے شاندار خراجِ تحسین پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ ملک بھر کے محنت کش عوام آزادیٔ اظہار، تقریر اور تحریر کی اس جدوجہد میں صحافیوں کی پُرزور حمایت کرتے ہیں۔ اس جدوجہد میں گرفتار شدہ صحافیوں اور دوسرے محنت کشوں کی تعداد اور ان کی ساخت کے بارے میں سرکاری ترجمان کے بیان کا ذکر کرتے ہوتے انہوں نے کہا کہ صحافیوں کی حق پرست جدوجہد میں مزدوروں، طالب علموں اور

کسانوں کی شرکت نے اس پو...
بھرپور اور ہمہ گیر عوامی جہ...
ہے۔ آزادیٔ صحافت صرف ع...
ہی نہیں ہوتی بلکہ اس کی س...
ان مظلوم طبقوں کو ہوتی ہے...
ظلم و ستم اور لوٹ کھسوٹ...
میں نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے...
آزاد پریس عوام کی ایک...
جناب رسول بخش...
کیا کہ وہ اپنے وعدہ کے مط...
پر آزاد کرے۔ پریس آرڈی...
کے دوسرے کالے قوانین...

ں کی جدوجہد اور مذاکرات

ھے۔!

مجاہد بریلوی
رکن ادارہ معیار

احفاظ الرحمٰن ۔ جنرل سکریٹری کے ۔ یو ۔ جے ۔

یڈ ٹولہ جو جماعت
کود رہا ہے ۔ بہر حال ابھی
اب کا کوئی جواب نہیں ملا۔
ات جو جماعت اسلامی کے
مود اعظم فاروقی کی جانب
وا۔ اور انہیں ایسا کہنا
لامی کے نزدیک پریس
نہاج برنا اور ان کے
زدنی ہیں ۔ جماعت اسلامی

جیسی متعصب جماعت کے رہنما سے انصاف، توازن اور حق پرستی کی توقع بھی نہیں رکھی جاسکتی، جو پریس کارکنوں کی ایک بڑی تعداد کو کمیونسٹ اور دہریہ کہہ کر نکال باہر کرنے کے منصوبہ پر عمل پیرا ہوں ۔ انہوں نے فرمایا کہ "کسی پی ایف یو جے اور ایپنک سے بات کی جائے ۔ حکومت سے مذاکرات کرنے سے قبل انہیں عدالت سے اپنی کریڈیبلٹی کی سند لینی چاہیئے ۔" کیا ان کے اس بیان سے ان کی سازشی جانبداری اور تعصب کا گہرا، بدنما رنگ نہیں جھلک رہا ہے ۔ وزارت کے منصب پر پہنچنے کے بعد کم از کم انہیں یہ ضرور سوچ لینا چاہیئے تھا کہ یہ عہدہ ملک و قوم کی امانت ہے اور اس منصب پر فائز ہونے والے شخص کو جماعتی وابستگی سے بالا تر ہو کر حق و انصاف کے تقاضوں کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیئے ۔ جسارت کے مینیجنگ ڈائریکٹر کی حیثیت سے ان کی ایپنک اور پی ایف یو جے دشمنی تو سمجھ میں آنے والی ہے، مگر وزیر کی حیثیت میں انہیں ڈنڈی مارنا زیب نہیں دیتا ۔ کیا یہی جماعت اسلامی کا وہ عادلانہ نظام ہے جس کی تشہیر گذشتہ ۳۱ سال سے کی جا رہی ہے ۔ ابھی تو وہ حکومت میں ٹوکن کے طور پر آئی ہے ۔ اگر پوری حکومت ہاتھ لگ گئی تو ملک و قوم کا کیا حشر ہوگا ۔ بھائی محمود اعظم فاروقی صاحب! اسلام کے نام پر کیوں فاؤل کھیل رہے ہیں ۔ اگر یہ کھیل کھیلنا ہی ہے تو خدا کے لئے خدا کا نام نہ لیں ۔ اس طرح اسلام جیسے ہمہ گیر، آفاقی اور انسان پرور مذہب کی مٹی پلید کرنے پر کیوں تُلے بیٹھے ہیں ۔

محمود اعظم فاروقی تیسرے اجرت بورڈ، مراعات اور پریس اینڈ پبلی کیشن آرڈی نینس کے خاتمے کی بھی باتیں کر رہے ہیں ۔ مگر دوسرے سانس میں فرماتے ہیں کہ پریس اینڈ پبلی کیشن آرڈی نینس کی جگہ ایک نیا قانون بنایا جا رہا ہے ۔ اس کا مطلب تو یہی ہوا نہ کہ لیبل تبدیل کر دیا جائے گا، مگر بوتل وہی رہے گی ۔ بھائی آپ اتنی جلدی اپنا وعدہ بھول گئے، کل ہی کی تو بات ہے ۔ قومی اتحاد نے اپنے ۳۳ نکاتی منشور میں پریس اینڈ پبلی کیشن آرڈی نینس کی منسوخی اور نیشنل پریس ٹرسٹ توڑنے، آزادی تحریر و تقریر دینے کا وعدہ کیا تھا ۔ اقتدار میں ٹوکن شرکت ہی میں ہاتھ پاؤں پھول گئے اور وعدہ فراموش کر بیٹھے ۔ آگے کیا کیا تماشہ دکھلائیں گے ؟ رہ گئی تیسرے اجرت بورڈ کے قیام اور دوسری مراعات کی باتیں تو مولانا پہلے پہلا وعدہ پورا کریں ۔ پھر بعد کی باتیں دیکھی جائیں گی ۔

پی ایف یو جے کے صدر اور ایپنک کے چیئرمین جناب منہاج برنا نے اعلان کیا ہے کہ اگر جیلوں کے اندر اور جیلوں کے باہر آزادی صحافت کی تحریک کو تشدد کے ذریعہ روکنے کی کوشش بند نہ کی گئی، صحافیوں مزدوروں، ہاریوں اور طلبہ پر مظالم ختم نہ کئے گئے اور پی ایف یو جے، ایپنک کے ۸ نکاتی مطالبات تسلیم نہ کئے گئے تو وہ ۸ ستمبر سے تادم مرگ بھوک ہڑتال کریں گے ۔ ایپنک کراچی کے جنرل سیکریٹری جناب امیر محمد خان نے بھی تادم مرگ بھوک ہڑتال میں جناب برنا کا ساتھ دینے کا اعلان کیا ہے ۔

پی ایف یو جے اور ایپنک کے صدر جناب منہاج برنا کے اس فیصلے کے پیش نظر ہم ایک بار پھر حکومت کو مشورہ دینا چاہتے ہیں کہ آزادی صحافت کی یہ جدوجہد ابھی تک پُرامن طور پر جاری ہے، حکومت کے سارے اندازے غلط ثابت ہو رہے ہیں ۔ اور حالات بگاڑنے کی ساری ذمہ داری ان مشیروں اور غدار ٹولے پر عائد ہوتی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ آزادی صحافت کی یہ تحریک تشدد سے ختم ہو جائے گی ۔ اگر حالات کنٹرول سے باہر ہو گئے، سڑکوں کی طاقت نے ریاستی طاقت سے ٹکرانے کا فیصلہ کر لیا تو اقتدار کے دن انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں ۔ ایوب اور یحییٰ خان کے آمرانہ دور سے سبق سیکھنا چاہیئے ۔ اب بھی اتنا وقت ہے کہ مذاکرات کے ذریعے پریس کارکنوں، ہاریوں، مزدوروں اور طلبہ کے مسائل سلجھائے جا سکتے ہیں ۔ بصورت دیگر گزرنے والا وقت لوٹ کر واپس نہیں آتا ۔

منہاج برنا، نثار عثمانی اور حفیظ راقب پریس کارکنوں کے غیر متنازعہ رہنما ہیں ۔ پی ایف یو جے اور ایپنک صحافیوں اور پریس کارکنوں کی حقیقی تنظیمیں ہیں ۔ ان رہنماؤں سے مذاکرات کا آغاز کر کے محاذ آرائی کی فضا ختم کی جا سکتی ہے ۔ وزیر اطلاعات محمود اعظم فاروقی کو بھی چاہیے کہ وہ فضول باتیں کرنے کی بجائے، مسائل کا سنجیدگی سے نوٹس لیں ۔ اور بات چیت کو پریسٹیج پوائنٹ نہ بنائیں ! اسی میں ان کی اور حکومت کی بھلائی ہے ۔

محمد یوسف محرم لغاری ۔ نمائندہ عبرت ۔ جھڈو

جمہوری
ھے ۔!

ایذا رسانی کی مذمت

ی تحریک کو ایک جاندار
ری تحریک کا روپ دیا
ل صحافیوں کے لئے
سے زیادہ ضرورت تو
جن پر کئے جانے والے
تذکرہ کبھی پابند اخبارو
ر ایک باخبر، دلیر اور
ترین جمہوری ضرورت ہے
ہونے حکومت سے مطالبہ
لق صحافت کو حقیقی طور
نس اور اسی نوعیت
الفور واپس لے اور

صحافیوں اور عوامی جدوجہد کمیٹی کے تمام مطالبوں کو تسلیم کرے ۔ انہوں نے قومی اتحاد کے رہنماؤں کو یاد دلایا کہ عوامی طاقت بالآخر سر پھرے فرعونوں کو گھٹنے ٹیک دینے پر مجبور کر دیتی ہے ۔ جناب رسول بخش پلیجو نے تھانوں اور ایذا رسانی کے اڈوں میں صحافیوں، مزدوروں اور ہاریوں پر وحشیانہ پولیس تشدد کی سخت ترین مذمت کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ تمام گرفتار شدہ صحافیوں اور دوسرے محنت کشوں اور تمام سیاسی رہنماؤں اور کارکنوں اور بالخصوص سندھ کے بزرگ رہنما جناب جی ایم سید کو فوراً غیر مشروط طور پر رہا کیا جائے ۔

صحافیوں کی تحریک کو تشدد سے نہیں دبایا جاسکتا

جیل سے اسیر صحافی اور کراچی پریس کلب کے سیکرٹری حبیب غوری کا خط

۳۱ اگست ۷۸ء

بیرک ۲۳ سینٹرل جیل

کراچی - پاکستان

السلام علیکم!

سینٹرل جیل کراچی میں آج ہمارا چھٹا دن ہے اور پروفیسر عادل بھٹی کی سربراہی میں گرفتاری دینے والا مجاہدینِ آزادیٔ صحافت کا ایک اور دستہ جیل پہنچا ہے قبل ازیں گذشتہ روز جو دستہ مساوات کے مولانا خورشید انور کی قیادت میں جیل پہنچا تھا، ان کے ساتھ ہی شمیم اصغر بھی جیل پہنچ گئے جنہیں ۲۲ اگست سے نامعلوم مقام پر منتقل کر دیا گیا تھا۔

شام جی اور اشرف شاد اور دیگر ۹ ساتھیوں کی حیدرآباد منتقلی سے اگرچہ پہلی والی چہل پہل نہیں رہی ہے، تاہم دوسرے دوستوں کا دم غنیمت ہے۔ علی احمد خان ابھی تک جیل کے اسپتال میں زیرِ علاج ہیں۔ البتہ دن میں ایک دو بار وہ ہماری بیرک کا رخ بھی کر ہی لیتے ہیں۔ مزدور رہنما عزیز الحسن، اقبال نیازی اور جاوید شکور صاحبان سے بھی ملاقات ہوتی ہے۔ کیونکہ ان میں سے جاوید شکور بیرک ۲۲ کے مکینوں کے بقدر میں یہ بڑا اچھا تجربہ کر رہے ہیں۔ اس کے برابر بیرک ۲۱ اور ۲۰ اگرچہ بی کلاس بیرک ہیں۔ لیکن نظر بندوں کی تعداد میں اضافے کی وجہ سے انہیں بھی سی کلاس میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ بیرک ۲۱ میں اقبال نیازی صاحب اور عزیز الحسن صاحب اور ریاض حسین صاحب اور ان کے بہت سے ساتھی نظر بند ہیں۔ درمیان میں جو دیوار برلن مٹی سے تعمیر کی گئی تھی، اسے ان ساتھیوں کے عزم اور حوصلے نے شاید مسمار کر دیا جس کی مٹی ابھی تک پڑی ہوئی ہے۔

بیرک ۱۹ میں ممتاز بھٹو صاحب ہیں اور اس کے برابر والی بیرک ۱۸ بی کلاس کے طور پر شام جی اور اشرف شاد کے زیرِ استعمال تھی۔ اس بیرک میں تین کوٹھریاں تھیں۔ پیپلز پارٹی کے علاؤالدین عباسی صاحب اور اقبال احمد کشمیر والا (شکیل انجینیرنگ فیم) بھی برابر والی کوٹھریوں میں تھے۔ شام کو محفل یہیں سجتی تھی۔ آج سے یہ محفل بالکل سونی ہوگئی کیونکہ بیرک ۱۸ کے تمام نظر بند منتقل کئے جا چکے ہیں۔

جیل کی دنیا عجیب وغریب دنیا ہے جو ان لوگوں کے لئے باعثِ عبرت ہے جنہیں اخلاقی جرائم کے سلسلہ میں پہلی بار لایا جاتا ہے لیکن ان لوگوں پر یہاں کی سختیوں اور ماحول کا کوئی خاص اثر نہیں ہوتا جو اپنے مقصد کی سچائی اور یقین سے یہاں آتے ہیں۔ ان میں مجاہدینِ آزادیٔ صحافت ہی نہیں بلکہ پیپلز پارٹی کے ایسے متعدد کارکن بھی ہیں جنہیں قید بامشقت کے علاوہ کوڑوں کی سزائیں ملی ہیں۔ ان میں سے کچھ کی سزائیں قریب الختم ہیں لیکن میں نے ان کے حوصلوں کو پست نہیں پایا۔ وہ پارٹی کے لئے اب بھی پُرجوش ہیں۔ انہوں نے جیل میں مختلف گیت، نغمے اور جگتیں تیار کی ہوئی ہیں۔ رات کے وقت محفلیں سجاتے ہیں۔ ہمیں اس بات کا احساس تک نہیں ہونے دیتے کہ ہم نظر بند ہیں۔

بہرحال ان کی تفصیلی داستان تو علی احمد خان ہی قلمبند کریں گے لیکن میں اتنا ضرور کہوں گا کہ یہاں کے حالات کا اندازہ باہر رہ کر یا کتابیں پڑھ کر نہیں لگایا جاسکتا۔

ر زیدی نمائندہ الفتح ملتان

طلبا آگے بڑھیں اور اپنے گرم لہو سے محاذِ آزادیٔ صحافت کو گرما دیں

فتح صحافیوں اور مظلوم طبقات کی ہوگی

رفیق طاہر اعوان

نیشنلسٹ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن نے پی ایف یو جے اور ایپنک کے آٹھ نکاتی مطالبات اور عوامی جدوجہد کمیٹی کے چھ نکاتی مطالبات کی بھرپور حمایت کرتے ہوئے کہا کہ این ایس او کے رکن اور طلبا صحافیوں اور پریس کارکنوں کی جائز اور منصفانہ جدوجہد میں شانہ بشانہ شریک ہیں۔ اور وہ ضرورت پڑنے پر قید و بند کیا اپنی زندگی تک قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ واضح رہے پی ایف یو جے اور ایپنک کی جانب سے شروع ہونے والی تحریک میں این ایس او کے کارکن برابر شرکت کر رہے ہیں۔ الفتح مطبوعات کے نمائندے رفیق طاہر اعوان این ایس او کے سرگرم رکن ہیں اور ابھی حال ہی میں گرفتاری پیش کرنے والے مجاہدینِ صحافت کے دستہ میں شامل تھے۔ انہوں نے گرفتاری دینے سے قبل اپنے ایک بیان میں این ایس او، پارٹیوں، مزدوروں اور طلبا سے اپیل کی کہ وہ آگے بڑھیں اور اپنے لہو سے اس محاذ کو گرما دیں، گرفتاریاں، قید و بند، کوڑے اور سزائیں تحریک کے پاؤں میں بیڑیاں نہیں پہنا سکتیں۔ اور فتح آخرکار صحافیوں اور مظلوم طبقات کی ہوگی۔

قرطاسِ ابیض ماضی کے آئینے میں حال کی تصویر پیش کر رہا ہے

برنا ۹ ستمبر سے مرن برت کرینگے

اینپک اور پی ایف یو جے کے صدر جناب منہاج برنا نے حکومت کو مطلع کیا ہے کہ اگر جیلوں کے اندر اور جیلوں کے باہر آزادیٔ صحافت کی تحریک میں حصہ لینے والے صحافیوں، اخباری کارکنوں، مزدوروں، ہاریوں اور طالب علموں پر ظلم و تشدد بند نہ کیا گیا، اور ۸ ستمبر ۷۸ء تک اینپک اور پی ایف یو جے کے آٹھ نکاتی مطالبات کو تسلیم نہ کیا گیا اور تمام گرفتار شدگان کو رہا نہ کیا گیا تو وہ ۹ ستمبر سے تا دم مرگ احتجاجی بھوک ہڑتال شروع کر دیں گے۔ معلوم ہوا ہے کہ جناب منہاج برنا نے سنٹرل جیل خیرپور کے توسط سے ۲۸ اگست کو چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے نام ایک خط لکھا ہے جس میں حکام اور پولیس کے اس ظلم و تشدد پر شدید احتجاج کیا گیا ہے جو وہ آزادیٔ صحافت کی تحریک میں حصہ لینے والے اخباری کارکنوں اور ان کی حمایت میں گرفتاریاں پیش کرنے والے مزدوروں، کسانوں اور طلباء پر کر رہے ہیں۔ جناب برنا نے مختلف مثالوں کے ذریعہ پولیس کے ظلم و تشدد کی تفصیلات بیان کی ہیں انہوں نے کہا ہے کہ پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈی ننس جیسے کالے قانون کے وجود اور اس کے استعمال کی مخالفت کرنا اور اخبارات اور صحافیوں کے خلاف حکومت کے من مانے اقدامات کی واپسی کا مطالبہ کرنا کوئی جرم نہیں ہے اسی طرح آزادیٔ صحافت کی تحریک میں حصہ لینے والے صحافیوں اور اخباری کارکنوں کی بحالی کا مطالبہ کرنا جنہیں نیشنل پریس ٹرسٹ کے اخبارات سے برطرف کیا گیا ہے کوئی جرم نہیں ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ پی ایف یو جے اور اینپک نے ہر دور میں کالے قوانین اور حکومت کے من مانے اقدامات کی مخالفت کی ہے اور ہمیشہ اصولی موقف اختیار کیا ہے اس لئے ان کی جدوجہد پر کوئی سیاسی لیبل چسپاں نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے کہا کہ ملک کی تقریباً تمام

امیر محمد خان - جنرل سکریٹری کراچی اینپک

سیاسی جماعتوں اور رائے عامہ کے تمام حلقوں نے پریس آرڈی ننس کی مذمت کی ہے اور اس کی تنسیخ کا مطالبہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ۱۹۷۳ء میں جسارت، حریت اور مہران کے خلاف پریس آرڈی ننس کے تحت کارروائی ناجائز تھی اور آزادیٔ صحافت کے اصولوں کے منافی تھی تو ۱۹۷۷ء اور ۷۸ء میں اسی کالے قانون کے تحت مساوات کراچی، مساوات لاہور، الفتح، معیار، نوائے جنگ، کہکشاں، پربھات پر پابندی لگایا جانا اور متعدد روزناموں اور جرائد بشمول امن، صداقت، تعمیر، آواز، رازداں وغیرہ سے لاکھوں روپے کی ضمانت طلب کرنا کس طرح جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے اپنے خط میں نئی کابینہ میں ان افراد اور جماعتوں کی شمولیت کا بھی حوالہ دیا۔ جنہوں نے گذشتہ سال پی این اے کے ۳۲ نکاتی منشور مطالبات پر دستخط کئے تھے۔ حکمران اس طرح پریس آرڈی ننس سمیت تمام کالے قوانین کی تنسیخ اور خصوصی عدالتوں اور ٹریبونل کے خاتمے کی پابند ہیں لیکن افسوس کی بات ہے کہ وہ کالے قوانین اور خصوصی عدالتیں اسی طرح موجود ہیں اور ان کا حسب سابق استعمال جاری ہے۔ انہوں نے موجودہ حکومت کی طرف سے ابلاغ عامہ کے غلط استعمال پر قرطاس ابیض کی اشاعت کو ایک مذاق قرار دیا ہے اس لئے کہ اس قرطاس میں جن باتوں کی مذمت کی گئی ہے ان کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ اسی طرح ریڈیو اور ٹیلی ویژن اور ٹرسٹ کے اخبارات پہلے ہی کی طرح حکومت کے کنٹرول میں ہیں۔ پہلے کی طرح ان ذرائع ابلاغ کو موجودہ حکومت کا ڈھنڈورچی بنا دیا گیا ہے اور ساتھ ہی انہیں حکومت کے سیاسی مخالفین اور نقادوں پر کیچڑ اچھالنے کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ پی ایف یو جے اور اینپک کے خلاف ان ذرائع کو جس طرح استعمال کیا گیا ہے۔ اس کی مثال نہیں ملتی۔ انہوں نے کہا کہ در اصل یہ قرطاس ابیض ماضی کے آئینے میں حال کی تصویر پیش کر رہا ہے۔ پی ایف یو جے کے صدر نے کہا کہ اگر ۸ ستمبر تک اینپک اور پی ایف یو جے کے ۸ نکاتی مطالبات کو تسلیم نہ کیا گیا اور تحریک میں حصہ لینے والے تمام گرفتار شدگان کو غیر مشروط طور پر رہا نہ کیا گیا۔ رضاکاروں پر پولیس کا ظلم و تشدد بند نہ کیا گیا تو وہ ۹ ستمبر سے تا دم مرگ بھوک ہڑتال شروع کر دیں گے انہوں نے اس پر بھی احتجاج کیا ہے کہ تحریک میں حصہ لینے والے بیشتر افراد کو جیلوں کے اندر دوسری کلاس دی گئی ہے اور ان کے ساتھ مجرموں کا سا سلوک کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ تحریک میں حصہ لینے والے تمام افراد کو "بی" کلاس دی جائے ورنہ سب کو دوسری کلاس دی جائے۔ انہوں نے کہا کہ وہ اور ان کے چند ساتھی جنہیں 'بی' کلاس دی گئی ہے وہ دوسری کلاس میں جانے کو تیار ہیں۔ انہوں نے اس کا بھی مطالبہ کیا کہ تحریک میں گرفتار ہونے والے تمام کارکنوں کو ایک ہی جیل میں رکھا جائے۔ یعنی کراچی جیل میں یا لانڈھی جیل میں۔ دریں اثنا اینپک کراچی کے سکریٹری اور سن ورکرز یونین کے صدر جناب امیر محمد خان نے یہ اعلان کیا ہے کہ وہ جناب منہاج برنا کے موقف سے پوری طرح متفق ہیں اور وہ بھی ۹ ستمبر سے تا دم مرگ احتجاجی بھوک ہڑتال شروع کر دیں گے انہوں نے امید ظاہر کی کہ اینپک اور پی ایف یو جے کی مرکزی مجلس عمل کے وہ اراکین جو باہر ہیں ہمارے اس فیصلے کی توثیق کریں گے۔

ہم جدوجہد میں محنت کشوں کے ساتھ ہیں

عوامی تحریک، ضلع سکھر

عوامی تحریک سکھر کے کارکنوں نظام الدین، محمد پیلا اور منظر علی نے ایک مشترکہ بیان میں صحافیوں کی جدوجہد کے دوران گرفتار شدہ کسانوں، صحافیوں، مزدوروں اور طالب علموں پر جیل میں ہونے والے تشدد کی سخت مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ دنیا کے کسی بھی ملک میں سزا یافتہ قیدی سے ملاقات پر کوئی پابندی نہیں ہے لیکن موجودہ حکومت اتنی اندھی ہو چکی ہے کہ آزادیٔ تحریر، محنت کے مکمل معاوضے اور مستقبل میں روزگار کی ضمانت کے لئے جدوجہد کرنے والے مجاہدین پر نہ صرف اندھا دھند تشدد کر رہی ہے بلکہ ان کو اپنے رشتہ داروں سے ملاقات میں بھی پس و پیش کر رہی ہے۔

عوامی تحریک کے کارکنوں نے اپنے بیان میں لاڑکانہ میں مزدوروں سے سر بازار بدسلوکی کی بھی مذمت کی ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ اس واقعے میں ملوث پولیس افسر کو فوری طور پر برخاست کیا جائے۔ انہوں نے آخر میں مجاہدینِ صحافت، مزدوروں، کسانوں اور طالب علموں کو یقین دلایا ہے کہ سندھ کے عوام ہر مرحلہ میں ان کے ساتھ رہیں گے۔

سزا یافتہ شہریوں سے ملاقات پر پابندی

مزدور رابطہ کمیٹی
سکھر ڈویژن

مزدور رابطہ کمیٹی سکھر ڈویژن کے نائب صدر اور مزدور رہنما جناب نظام بلوچ نے ایک بیان میں مقامی سینٹرل جیل حکام کی صحافیوں کی جدوجہد کے دوران سزا یافتہ کسانوں، طالب علموں، مزدوروں اور صحافیوں سے جیل میں ان کے رشتہ داروں کی ملاقات نہ کروانے کی سخت مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ سزا ملنے کے بعد قیدیوں سے ملاقات نہ کروا کر جیل حکام جیل کے مروّجہ قوانین کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ مزدور رہنما کارکنوں ملک اکبر، ملک حق نواز، یوسف میمن سندھی ہاری کمیٹی کے کارکنوں یعقوب کٹرانو، بھر خاصخیلی شوکت پلیجو، صالح محمود، اللہ ڈنو اور سندھی شاگرد تحریک کے کارکنوں رزاق خٹک اور گل محمد خٹک کے ساتھ جیل حکام کا متشددانہ رویہ فوراً بند ہونا چاہیئے۔

ہشت نگر اور تنگی میں کسانوں پر مظالم

مزدور، طلبہ، کسان رابطہ کمیٹی
کلورکوٹ

کلورکوٹ ۲۸ جون ۷۸ء کسان کمیٹی ضلع میانوالی کے صدر حاجی شیر بہادر روڈی نیل نے اپنے ایک اخباری بیان میں مالاکنڈ، ہشت نگر اور تنگی میں غریب کسانوں پر خانوں، ملکوں اور مالاکنڈ کے پولیٹیکل ایجنٹ کے ظلم و جبر اور زیادتیوں کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ غریب کسانوں کو بے دخل کیا جا رہا ہے ان پر جھوٹے مقدمات بنائے جا رہے ہیں دھڑا دھڑ گرفتاریاں کی جا رہی ہیں۔ لوگوں کے دکانوں اور گھروں پر بلڈوزر چلا دیئے گئے۔ خواتین کی بے عزتی کی گئی لیکن ظالموں کو یہ خبر نہیں کہ مظلوموں کی تحریک کو ظلم اور جبر سے نہیں دبایا جا سکتا۔ سرحد کے غریب عوام پنجاب، بلوچستان اور سندھ کے غریب عوام ایک ہیں، اُن کا مفاد ایک ہے اور ایک آواز کے ساتھ جدوجہد کرتے رہیں گے! حاجی صاحب نے کہا کہ اندھیرے کے بعد روشنی ہوگی اور جلد ہوگی۔ اس لئے مالاکنڈ ایجنسی کے پولیٹیکل ایجنٹ، وہاں کے بڑے خانوں اور حکومت کو چاہیئے کہ ان کے مطالبات فوراً تسلیم کر کے تمام گرفتار مزدور، طلبا، کسان اور سیاسی رہنماؤں کو رہا کیا جائے۔ کسانوں پر جھوٹے مقدمات ختم کئے جائیں، حکومت خانوں اور کسانوں کے درمیان پٹے یا ٹھیکہ کا معاہدہ خود طے کرے اور حکماً رسید دلوائے۔ حکومت پولیٹیکل ایجنٹ اور بڑے خانوں کو ظلم سے روکے اور بے دخلیاں بند کی جائیں۔

تشدد بند کرو مصطفیٰ رضا

قومی محاذِ آزادی تھرپارکر کے کنوینر مصطفیٰ رضا نے صحافیوں، ہاریوں، مزدوروں اور طالب علموں پر تشدد کرنے، انہیں گرفتار کرنے اور سزائیں دینے کی شدید مذمت کی ہے اور کہا ریگل چوک پر صحافیوں اور ان کے ساتھیوں پر جماعتیوں کی مدد سے پولیس تشدد اور ان کو صفائی کا موقع دیئے بغیر قید بامشقت کی سزائیں دینا قانون کے ساتھ کھُلا اور بھونڈا مذاق ہے۔ اس قسم کے فاشی و آمرانہ ہتھکنڈوں سے صحافیوں اور ان کے محنت کش ساتھیوں اور طالب علموں کو دبایا نہیں جا سکتا، وہ ایک عظیم اور مقدس جدوجہد میں مصروف ہیں، ان کی جدوجہد، ظلم و استبداد اور طاغوتی طاقتوں کے خلاف ہے وہ قلم کی آزادی، اظہارِ رائے کی آزادی اور ضمیر کی آزادی کے لئے میدانِ عمل میں ہیں۔ ریگل چوک کے علاوہ ملتان، پٹ فیڈر، راولپنڈی، ڈیرہ مبارک، نواب شاہ، جڑانوالہ، لاڑکانہ، مالاکنڈ ایجنسی، خضدار، تربت اور دوسرے مقامات پر محنت کشوں اور طالب علموں کو ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ ملتان میں مزدوروں، پٹ فیڈر میں ہاریوں، خضدار اور تربت میں طالب علموں کے خون سے ہولی کھیلی گئی اور یہ گھناؤنا کھیل پورے ملک میں کھیلنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ ایسے حالات میں ہاریوں، مزدوروں، طالب علموں اور ترقی پسند سیاسی کارکنوں پر تاریخی فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ متحد ہو کر سرمایہ داری، جاگیرداری، نوکر شاہی اور سامراجی نظام کے خلاف بھرپور جدوجہد کریں۔ گلے سڑے استحصالی و طبقاتی نظام کو بچانے کی رجعت پسندوں کی ہر سازش کو ناکام بنا دیں۔

مصطفیٰ رضا نے منہاج برنا، افراسیاب خٹک

شمیم واسطی، دہاب صدیقی، محبوب احمد، خرم لغاری، امان اللہ سومرو، جان عالم، شمیم اصغر، اکرم قائم خانی نقمان مرزا، اللہ بچایو اسیر، آغا غفور، جمال لکھرانی دلیپ کمار ملتانی اور دیگر گرفتار شدگان صحافیوں، ہاریوں، مزدوروں، طالب علموں اور ترقی پسند سیاسی کارکنوں کی رہائی، انتخابات جلد کرانے، اقتدار عوام کو منتقل کرنے، فوجوں کے بیرکوں میں واپس جانے، عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کرنے۔ اخبارات و رسائل سے پابندی ہٹانے، سیاسی سرگرمیاں بحال کرنے، جمہوری آزادیاں بحال کرنے، ہاریوں کی بید خلیاں بند کرنے، مزدور چھانٹیاں اور برطرفیاں رد کرنے، مزدوروں کو یونین سازی اور ہڑتال کا حق دینے، مہنگائی ختم کرنے، سامراجی سرمایہ ضبط کرنے اور سامراجی دفاعی معاہدے توڑنے کا مطالبہ کیا۔

سانگھڑ — ایاز سندھی

کون پوچھے زندہ ہیں

یا بھوک پیاس سے دم توڑ چکے ہیں

حالیہ بارشوں کے دوران سانگھڑ میں جو نقصانات ہوئے ہیں وہ ناقابلِ بیان ہیں۔ متاثرہ لوگوں میں زیادہ تر دیہی عوام ہیں جو ہاریوں اور مزدوروں پر مشتمل ہیں، ہزاروں خاندان کھلے آسمان کے نیچے زندگی گذار رہے ہیں، جب کہ عورتیں، بوڑھے اور معصوم بچے سوکھے درختوں کے نیچے روٹی کے چند ٹکڑوں کے منتظر ہیں۔ بھوک، بیماری اور گندگی کی وجہ سے وبائی امراض تیزی سے پھیل رہے ہیں حکومت کی جانب سے امدادی پروگرام کے بلند و بانگ دعوے کئے جاتے ہیں، مگر درحقیقت امداد کیا، خلوص کے چند الفاظ ادا کرنے والا بھی کوئی دور دور تک نظر نہیں آتا۔ فوجی حکومت کے زیرِ سایہ قومی اتحاد کے وزراء صرف تصویر کھنچوانے اور اپنی مشہوری کے لئے دورہ کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد پلٹ کر خبر نہیں لیتے، کہ جنہیں طفل تسلیاں دے کر آئے ہیں وہ کس حال میں ہوں گے۔ زندہ ہیں یا بھوک پیاس سے دم توڑ چکے ہیں۔

جہاں تک عوامی حلقوں کا تعلق ہے تو اس وقت صرف جئے سندھ اور چند دیگر طالب علم رہنما ہی سرگرم نظر آتے ہیں۔ یہ لوگ میلوں پیدل سفر کرکے مقدور بھر خدمت انجام دے رہے ہیں۔ فیڈریشن کے مرکزی رہنما جناب غلام رسول زرداری نے بتایا کہ "ہمارے کئی دُکھ ہیں۔ بے شمار مشکلات ہیں۔ لیکن بعض دکھ اور مصیبتیں ایسی ہیں جن کو ہم کسی قیمت پر نظر انداز نہیں کرسکتے۔ مزید برآں نوکر شاہی عوام کے ساتھ بھونڈے طریقے سے پیش آتی ہے اور عوام کے مسائل کو یکسر نظر انداز کرنے کی پالیسی پوری شدت سے جاری ہے ہمارے بھائی تباہ ہو جاتے ہیں۔ اُن کے گھر بار اُجڑ جاتے جلتے ہیں۔ ان کے معصوم بچے بھوک سے بلکتے اور تلملاتے ہیں۔ مگر حکومت اور نوکر شاہی پر اس کا ذرا برابر اثر نہیں ہوتا۔ انتہا یہ ہے کہ لوگ ہمدردیوں سے بھی کنی کتراتے ہیں۔ سانگھڑ کے دوسرے علاقوں کو چھوڑیئے، صرف سنجھورو کو ہی لیجئے جہاں ۱۳۲ دیہیں متاثر ہوئی ہیں اور خریف کی فصل سو فیصد تباہ ہو گئی۔ خریف کی یہ فصل ایک لاکھ ساٹھ ہزار چار سو دس ایکڑ پر کاشت ہوئی تھی جس میں کپاس، مرچ، گنا اور دیگر فصلیں شامل ہیں، مکمل طور پر زیرِ آب آ گئیں اس علاقہ کی آبادی ایک لاکھ گیارہ ہزار پانچ سو چار افراد پر مشتمل ہے۔ اور متاثرین کی تعداد ۸۰ ہزار سے زیادہ ہے۔ دوسری طرف عالم یہ ہے کہ اس تباہی کو چھپانے اور امدادی پروگرام کا جھوٹا پروپیگنڈہ کرکے ہمارے زخموں پر نمک پاشی کی جا رہی ہے۔ قدرتی آفات سے زیادہ نوکر شاہی آفات لانے میں سرگرم ہے امدادی سامان میں لاکھوں روپے کا خرد برد کیا جاتا ہے اور امدادی قرضے بھی ایسے لوگوں کو دیئے جاتے ہیں جو نوکر شاہی کے پالتو ہوتے ہیں۔ اور جن کی ہمدردیاں حکومت کے ساتھ ہوتی ہیں۔

متاثرہ علاقوں کے مستحق افراد آج بھی امداد سے محروم ہیں۔ بعض مقامات پر عوام پانی کے قطرے قطرے کے لئے ترس رہے ہیں۔ سڑکوں کی حالت مکمل طور پر تباہ ہو چکی ہے۔ آمد و رفت میں طرح طرح کی دشواریاں پیش آ رہی ہیں۔ مگر محکمہ والوں کی ساری توجہ سڑکوں کی تعمیر و مرمت پر نہیں، جیب بھرنے پر ہے۔ اسی طرح تعلیمی اداروں کی حالت بھی قابلِ رحم بن چکی ہے۔ یہ سارے حالات عوام کے ساتھ ایک سنگین مذاق ہے اور میرا تو خیال ہے کہ یہ صورت حال جان بوجھ کر پیدا کی جا رہی ہے تاکہ عوام تنگ آ کر اپنا سر نوکر شاہی کے قدموں میں رکھ دیں۔ مگر شاید ان کے یہ عزائم کبھی پورے نہ ہوں۔ عوام اپنا بنیادی حق لے کر رہیں گے چاہے انہیں جتنی قربانیاں دینی پڑیں

ذاتی فعل یا خطرے کا سگنل

یہ خبر ایسی ہے جس پر انسانیت کا سر ندامت سے جھک جاتا ہے۔ ایک ایسے "عادلانہ" اور "منصفانہ" دور کی بات ہے، جس کے لئے ذرائع ابلاغ کو بیدردی سے استعمال کیا جا رہا ہے۔ ٹنڈو آدم سے تیمور خان ولد داؤد خان خیلی نے چمن جاتی پاڑہ سے خبر دی ہے کہ ملا میزان اچھو میاں نامی شخص نے اس کی چھ سالہ لڑکی کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کی کوشش کی۔ کیا اس شخص کے خلاف مارشل لا ضوابط کو حرکت میں لایا جائے گا۔؟

"نظریۂ ضرورت" کے تحت قائم ہونے والی حکومت کے اقتدار میں اخلاقی باختگی کے اس شرمناک واقعہ کو معاشرے کی مجموعی اخلاقی بربادی کا سگنل قرار دیا جا سکتا ہے۔

مطلوبہ مزدور نہیں ملتا تو رشتے دار کو یرغمال بنالیا جاتا ہے

اٹک جیل میں ۲۲ گھنٹے تک مشقت لی جاتی ہے

ذوالفقار علی بخاری
پیپلز لیبر فرنٹ ۔ راولپنڈی

پیپلز لیبر فرنٹ راولپنڈی سے وابستہ مزدور یونینوں کے نمائندوں کا ایک اجلاس سید ذوالفقار علی شاہ بخاری کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں دارالحکومت کے مزدوروں کے مسائل کا خصوصی اور ملک بھر کی مزدور تحریک کے مسائل کا عمومی جائزہ لیا گیا۔ اجلاس نے راولپنڈی مزدور ایکشن کمیٹی کے راہنماؤں کی گرفتاری ان پر تھانوں میں وحشیانہ تشدد اور اٹک جیل میں ان کے ساتھ غیر انسانی سلوک کی شدید مذمت کی۔ مزدوروں نے اس بات پر سخت احتجاج کیا کہ ابھی تک پولیس بعض مزدور راہنماؤں کے گھروں پر چھاپے مار رہی ہے۔ ان چھاپوں کے دوران انسانیت کے ہر معیار کو بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے۔ پولیس کے غنڈے راتوں کو دیواریں پھاند کر ڈاکوؤں کی طرح مزدوروں کے گھروں میں داخل ہو جاتے ہیں اور خواتین کے سروں سے چادریں کھینچتے گالیاں بکتے اور توڑ پھوڑ کرتے ہیں۔ اگر مطلوبہ مزدور نہیں ملتا تو اس کے کسی رشتہ دار کو یرغمال بنا کر تھانے لے جاتے ہیں۔ جہاں ان مظلوموں پر بے پناہ تشدد کیا جاتا ہے۔ اجلاس نے مارشل لاء سرکار سے سوال کیا ہے کہ کیا چادر اور چار دیواری کی حفاظت اور تقدس کے یہی معنیٰ ہیں۔؟

مزدور نمائندوں نے کہا کہ جب سے موجودہ حکومت نے اقتدار پر قبضہ کیا ہے۔ ملک کے محنت کشوں کے مسائل میں کئی گنا اضافہ ہو گیا ہے۔ اس حکومت کے ہر اقدام سے صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ سامراج، جاگیرداری، سرمایہ داری، اور ہر قسم کے رجعت پسندی کے مفادات کی محافظ ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ حکومت جس پر مودودیت کا غلبہ ہے ملک کے مزدوروں، کسانوں، طالب علموں، روشن خیال دانشوروں اور دوسرے محب وطن طبقوں کے سخت خلاف ہے چنانچہ استحصالی طبقوں کو تو ہر قسم کے ظلم و استحصال کی کھلی چھٹی دے دی گئی ہے لیکن ظلم کا نشانہ بننے والوں کے لئے انصاف اور احتجاج کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے ہیں۔ ایک انگریز نواز نواب کے قتل کی تحقیقات پر کروڑوں روپے خرچ کر دیئے جاتے ہیں لیکن کالونی ملز ملتان کے بیسیوں مزدوروں کے قتلِ عام پر ہائی کورٹ کے کسی جج سے معاملے کی تحقیقات کرانے سے انکار کر دیا جاتا ہے۔ بلکہ مقتول مزدوروں کے ساتھیوں کو قید اور کوڑوں کی سزائیں دی جاتی ہیں۔ بٹ فیڈر (صوبہ بلوچستان) اور ہشت نگر (صوبہ سرحد) کے کسانوں کے قاتلوں کی پیٹھ ٹھونکی جاتی ہے لیکن جب قاتلوں کا ایک مبینہ سرغنہ قتل ہوتا ہے تو اقتدار کے ایوانوں میں زلزلہ برپا ہو جاتا ہے۔ ہوشربا گرانی اور مہنگائی کے ذمہ دار صنعت کاروں اور تاجروں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے لیکن دو وقت کی روٹی کے محتاج اور دیگر ضروریاتِ زندگی سے محروم غرباء کی اکثریت کو بے تیغ سپاہی کی طرح لڑ کر مومن بننے کے مشورے دیئے جاتے ہیں۔

راولپنڈی کے مزدوروں کا صرف یہ قصور ہے کہ انہوں نے لاکھوں مزدوروں کی برطرفیوں ہزاروں کسانوں کی بیدخلیوں سیاسی مخالفوں کو قید اور کوڑوں کی سزاؤں اور کمر توڑ مہنگائی کے خلاف احتجاج کیا تھا جو بالکل جائز تھا۔ پولیس نے ۲۹ جولائی کو راولپنڈی سے پچیس مزدوروں کو گرفتار کیا۔ ان پر سرعام تشدد کیا اور بعد میں سمری ملٹری کورٹ نے ماہِ رمضان میں انہیں ایک ایک سال قید با مشقت اور پندرہ پندرہ کوڑوں کی سزا سنا دی۔ پیپلز لیبر فرنٹ کے لقمان مرزا اور مولوی محمد علی کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ لقمان مرزا پر تھانے پر تشدد کیا گیا۔ آج کل یہ سب مزدور نمائندے اٹک جیل میں ہیں جہاں ان سے دن میں بائیس گھنٹے تک مشقت لی جاتی ہے جو ظلم کی انتہا ہے۔ جیل حکام کا مطالبہ یہ ہے کہ اگر فی مزدور چار سو روپے رشوت دو تو تمہاری مشقت تبدیل ہو سکتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اسلامی جمہوریۂ پاکستان کی اٹک جیل میں باحیثیت چور، ڈاکو، قاتل، اسمگلر اور عادی مجرم راشی ثبوت کی برکت سے عیش کی زندگی گذار رہے ہیں۔ پیپلز لیبر فرنٹ کے راہنماؤں نے کہا کہ ملک اپنی تاریخ کے بدترین بحران سے گذر رہا ہے۔ سامراج اور اسکی پروردہ استحصالی قوتوں نے پاکستان کو تباہ و برباد کرنے کے لئے ناپاک گٹھ جوڑ کر رکھا ہے۔ اسلام اور نظریۂ پاکستان کا نعرہ لگا کر پاکستان کے مسلمانوں اور پاکستان کے وجود سے دشمنی کی جا رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام محب وطن ترقی پسند قوتوں کے خلاف وحشیانہ تشدد کیا جاتا ہے اور حق و انصاف کی ہر آواز کا گلا گھونٹنے کی کوشش کی جا رہی ہے ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں رضاکارانہ گرفتاریاں پیش کرتے والے صحافیوں پر لاٹھیاں برسائی جا رہی ہیں۔ اور خفیہ اذیت خانوں میں ملک کے ان دانشوروں کے ساتھ انسانیت سوز سلوک کیا جاتا ہے سرعام کوڑے مارے جاتے ہیں اور ان سب گھناؤنی حرکتوں کو مومنانہ کارروائی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پیپلز لیبر فرنٹ کے راہنماؤں نے کہا کہ یہ سارے مظالم اور انسانیت سوز مظاہرے ہمیں کبھی اپنے راستے سے نہیں ہٹا سکتے۔ انہوں نے عہد کیا کہ ہم اپنی جدوجہد کو اور بھی تیز کر دیں گے اور پاکستان کے سارے مظلوموں محنت کشوں، کسانوں، طالب علموں، دانشوروں اور محب وطن قوتوں کے ساتھ مل کر ظلم و جبر کا مقابلہ کریں گے۔ بیرونی سامراج اور اس کے اندرونی ایجنٹوں کا قلع قمع کر کے پاکستان کے وجود کی حفاظت کریں گے اور یہاں ایک ترقی پسند اور خوشحال جمہوری معاشرے کی تعمیر کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بھی بہا دیں گے۔

بنک مُلازمین کی مکمّل حمایت کا اعلانٌ

پاکستان ٹریڈ یونین فیڈریشن ملحقہ ورلڈ فیڈریشن آف ٹریڈ یونین کی صدر کنیز فاطمہ اور آرگنائزنگ سکریٹری (سندھ) شوکت حیات نے اپنے ایک اخباری بیان میں بنک اور مالیاتی اداروں کے محنت کشوں کی اپنے جائز حقوق کے لئے کی جانے والی جدوجہد کی مکمل حمایت کا اعلان کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بنک اور مالیاتی اداروں کے محنت کش ۱۹۷۴ء سے اپنے غصب شدہ حقوق کی بحالی کے لیے کوشاں ہیں۔

سابقہ حکومت نے بنک کے محنت کشوں کو قومیانے کی پالیسی کی زبردست حمایت کرنے اور ملک میں بنکنگ کو ترقی دینے اور بھاری منافع کمانے کا ۱۹۷۴ء میں یہ صلہ دیا کہ تمام مالیاتی اداروں کے محنت کشوں کی ٹریڈ یونینوں سے اجتماعی سودے کاری کا حق چھین کر اُن پر فریح کمیشن اور اس کے فیصلے جبری ٹھونس دیئے گئے جس کے تحت ان اداروں کے محنت کشوں پر ظلم و تشدد کیا گیا اور ان کے سرکردہ رہنماؤں کو

یاد رکھو سوشلسٹ انقلاب کے نقوش انمٹ ہوتے ہیں

سید مہربان شاہ، صدر سوشلسٹ پارٹی پنجاب، بہاولپور

نوائے وقت ملتان اپنی ۷ جولائی کی اشاعت میں اپنے پشاور کے کسی نام نہاد نمائندے کے حوالے سے رقم طراز ہے کہ "افغانستان میں اسلام پسند جماعتوں نے کمیونسٹ نواز حکومت کے خلاف محاذ قائم کرلیا ہے اور حکومت نے فوج کے ایک ڈویژن کو غیر مسلح کر دیا ہے۔" اس طرح نوائے وقت نے پاکستان میں صوبائی عصبیت، کفر و اسلام کے فتووں کے بعد اسلام پسندی کی اصطلاح افغانستان میں بھی شروع کر دی ہے۔ یہ اس کا روایتی انداز ہے۔

افغانستان میں مختلف جماعتوں نے کسی غیر معروف پروفیسر ربانی کی قیادت میں اگر کوئی محاذ پانچ برسوں سے قائم کیا ہے اور یہ محاذ بقول نوائے وقت گذشتہ پانچ برسوں سے حکومت کے خلاف برسر پیکار ہے تو آخر یہ محاذ گذشتہ پانچ برسوں سے کس حکومت کے خلاف کام کر رہا تھا۔ ظلِ الٰہی ظاہر شاہ یا نام نہاد عوامی صدر داؤد خاں کے خلاف یا گذشتہ دو ماہ سے انقلابی حکومت کے خلاف۔ نوائے وقت نے یہ وضاحت نہیں کی کہ یہ محاذ کس قسم کے نظام حکومت کے لئے کام کر رہا ہے۔ اگر یہ اسلامی نظام کے لئے مصروفِ عمل ہے تو پانچ برس قبل بادشاہ کی بادشاہت تھی جو عین نوائے وقت اور سامراجیوں کی خواہش کے مطابق تھی اور اگر یہ محاذ داؤد خان کی مخالفت میں تھا تو کیا داؤد خاں جمہوریت کا دعویدار تھا اور اگر یہ محاذ سوشلزم کی مخالفت میں تھا تو اسے زیر زمین کام کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیونکہ ظاہر شاہ اور داؤد دونوں سوشلزم کے دشمن اور سامراج کے دوست تھے۔

نوائے وقت نے لکھا ہے کہ اس محاذ کو سیاسی کارکنوں، مزدوروں اور طلباؔ کی حمایت حاصل ہے۔ تو پاکستان کے مزدور کسان یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ اپریل انقلاب میں سول انتظامیہ اور پولیس کے فرائض تو افغانستان میں مکمل طور پر طلباؔ اور سیاسی کارکن سرانجام دے رہے تھے۔ یہ پاکستان کے اخبارات کی رپورٹ ہے۔ تو اب وہ طلباؔ اور سیاسی کارکن جنہوں نے نہایت ذمہ داری سے انقلاب کے دوران تمام نظامِ حکومت رضاکارانہ طور پر خود سنبھالا تھا اور اسے خوش اسلوبی سے انجام دیا تھا کیونکہ اپنی ہی قائم کردہ حکومت کے خلاف زیر زمین کام کرنے پر مجبور ہوتے۔

حقیقت یہ ہے کہ افغانستان میں انقلابی حکومت سوشلزم کی تعمیر میں ہمہ تن مصروف ہے اور عرصہ دو ماہ میں بادشاہوں، شہزادوں، نوابوں، سرداروں اور بڑے بڑے ظالم زمینداروں کی جاگیریں ضبط کر کے مستحق کسانوں میں تقسیم کی جا چکی ہیں۔ سامراجی سرمایہ بمعہ سود اور اصل کے بحق عوام ضبط کیا جا چکا ہے افواج میں سماجی طبقہ بندی ختم کی جا چکی ہے اور سپاہی اور جرنیل کو ایک قسم کی خوراک پوشاک اور رہائش کی ضمانت دی جا چکی ہے۔ نوائے وقت شاید یہ نہیں جانتا کہ جو بھی سوشلسٹ تاریخ کا نباض ہوتا ہے۔ وہ سماج کو بہتر سمجھ سکتا ہے اور حالات کے تجزئیے پر قادر ہوتا ہے۔ اس طرح افغانستان کے عوام جو سوشلزم کی تعمیر میں مصروف ہیں کے سامنے ایران کے ڈاکٹر مصدق، چلی کے صدر النڈے اور خاص کر اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے فوراً بعد سوویت یونین پر سامراجیوں اور رجعت پسندوں کی یلغار کے تجزیے موجود ہیں۔ سامراجیوں اور ان کے ایجنٹوں، رجعت پسندوں کے سرد اور گرم محاذوں سے کوئی بھی سوشلسٹ غافل نہیں ہوتا۔

دنیا بھر کے عوام جانتے ہیں کہ سوشلسٹ انتہائی ذہین، بہادر، ایماندار، سچے اور تجربہ کار ہوتے ہیں وہ جھوٹ کی پرواہ کئے بغیر تیزی اور استقلال سے اگلی منزل کی طرف رواں دواں رہتے ہیں۔ اور یہی عمل افغانستان کے باشعور عوام نے انقلابی پارٹی اور ایسے رہنماؤں کی قیادت میں اختیار کر رکھا ہے جس میں دنیا بھر کے عوام خصوصاً مزدور کسان اور نچلے کچلے ہوئے طبقات ان کے ساتھ ہیں۔ کوئی بھی سوشلسٹ انقلاب ناکام نہیں ہوا کرتا۔ اگر کبھی وقتی طور پر پسپائی ہو بھی جاتی ہے تو انقلاب اپنے نقوش چھوڑ کر جاتا ہے جو انمٹ ہوتے ہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ دنیا بھر کے ۲۰ ممالک میں ظلم جبر اور استحصال کا قلع قمع کیا جا چکا ہے اور وہاں کے حالات کے مطابق سوشلزم نافذ ہو چکا ہے۔ افغانستان ان میں بیسواں ملک ہے جو آخری نہیں ہے۔ جہاں سے مکر و فریب، خود غرضی، منافقت، بھوک افلاس کی نشانیاں مٹانے کے لئے وہاں کے عوام سرگرمِ عمل اور متحد ہیں۔ اور دنیا کے عوام ان کے ساتھ ہیں۔ امید ہے کہ پاکستان کے رجعت پسندوں کو نوشتۂ دیوار صاف نظر آتا ہوگا۔ جس کے تصور سے اُن کے دل دہل رہے ہیں۔ ظلم، جبر، منافقت، بھوک افلاس، جہالت اور سامراجیت سے چھٹکارا پاکستان کا مقدر بن چکا ہے۔ اسے کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔

جیل بھیجا گیا۔ موجودہ حکومت کا رویہ بھی ویسا ہی متشددانہ ہے۔ دوسرے ویج کمیشن کا ایوارڈ اس کا منہ بولتا ثبوت ہے اُس کے ذریعے دی جانے والی مراعات موجودہ مہنگائی کے پیش نظر بالکل ناکافی اور ملازمین کی توقعات کے برعکس ہیں، اور ابھی تک موجودہ حکومت نے بھی غیر مشروط اجتماعی سودے کاری کا حق بحال نہیں کیا گیا۔ لہٰذا بنک اور مالیاتی اداروں کے محنت کشوں کی موجودہ جدوجہد بالکل جائز اور فطری ہے۔ ہم اس کی مکمل حمایت کرتے ہیں۔

پاکستان ٹریڈ یونین فیڈریشن نے ۲۲ جولائی کو ایک روزہ لیبر کانفرنس میں یہ قرارداد پاس کی تھی کہ بنک اور مالیاتی اداروں کی یونینوں کو اجتماعی سودے کاری کا غیر مشروط حق بحال کیا جائے۔ ویج کمیشن کو توڑا جائے۔ بنکوں اور مالیاتی اداروں کا کنٹرول محنت کشوں کے حوالے کیا جائے۔ بنکوں کو مٹھی بھر نوکر شاہی سے نجات دلائی جائے۔ تمام غیر ملکی بنکوں اور مالیاتی اداروں کو بھی قومیایا جائے۔ پاکستان بنکس ایمپلائز فیڈریشن کی جانب سے ۲۰ نکاتی مطالبات کو تسلیم کیا جائے۔

کرنل صاحب! نوکری کیجئے،

سیاست آپ کا کام نہیں

پاکستان حکمران طبقات کی ناعاقبت اندیشانہ پالیسیوں کی تصویر بن گیا ہے، سی آر اسلم

پاکستان سوشلسٹ پارٹی کے سربراہ سی۔ آر۔ اسلم نے پشاور میں پارٹی کے صوبائی دفتر میں پارٹی کے کارکنوں کے ایک غیر رسمی اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے کہا ہے کہ پاکستان آج جس سیاسی۔ اخلاقی، معاشی اور سماجی بحران کا شکار ہے وہ ۳۱ برسوں سے حکمران طبقوں کی ناعاقبت اندیش پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ اب تک برسر اقتدار رہنے والی حکومتوں نے جاگیرداری نظام برقرار رکھ کر امریکی سامراج سے امداد اور قرضوں کی وصولی سے ملک میں جو صنعت کاری کی ہے اس سے ملک تو کیا ترقی کرے گا البتہ بھوک افلاس، بے روزگاری۔ رشوت ستانی۔ چور بازاری وغیرہ میں ضرور ترقی ہوئی ہے۔ عوام کی خوشحالی ملک کی ترقی اور استحکام کا یہ تقاضا ہے کہ موجودہ معاشی نظام کو ختم کر دیا جائے۔ زمین کو مزارعین میں گزارہ یونٹ کی بنیاد پر تقسیم کیا جائے۔ غیر ملکی سرمائے اور قرضوں کو بحق عوام ضبط کیا جائے۔ بھاری اور بنیادی صنعتوں کو اولیت دی جائے اور بیرونی تجارت کو قومی تحویل میں لے کر مال کے بدلے مال کی بنیاد پر دوست سوشلسٹ ممالک سے تجارتی تعلقات بڑھائے جائیں اور ان کی مدد و تعاون سے ٹیکنالوجی حاصل کر کے ملک کی معیشت کو ترقی دی جائے۔

جناب سی آر اسلم نے کہا کہ لوئر دائیں بازو کی جماعتیں جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی نمائندہ اور ترجمان ہیں۔ اس لئے جب تک ریاستی اقتدار پر ان جماعتوں کا قبضہ رہے گا ملک کے عوام کو اپنی بھلائی کی کوئی امید نہیں رکھنی چاہیئے۔ انھوں نے کہا کہ ریاستی اقتدار محنت کش عوام اپنی سیاسی پارٹی کے سرخ پرچم تلے متحد ہو کر اپنے ہاتھ میں نہیں لیتے اس وقت تک محنت کش عوام بھوک۔ بے روزگاری۔ افلاس۔ جہالت، بیماری اور استحصال کی چکی میں پستے رہیں گے۔ ایک سوال کے جواب میں سی آر اسلم نے کہا کہ قومیتوں کا مسئلہ براہِ راست طبقاتی مسئلے سے جڑا ہوا ہے۔ اس لئے جب تک طبقاتی مسئلہ حل نہیں ہو گا اس وقت تک دنیا میں کہیں بھی قومی مسئلہ نہ حل ہو سکا ہے اور نہ ہو گا۔ انھوں نے انقلاب افغانستان کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ تین ماہ کی مختصر مدت میں حکومت نے اس مسئلے کو حل کرنے کی طرف ٹھوس اور مثبت اقدامات کئے ہیں۔ ایک، دوسرے سوال کے جواب میں سوشلسٹ پارٹی کے سربراہ نے کہا کہ ہم نے ہمیشہ اتحاد کی کوشش کی ہے اور ہماری ان ہی کوششوں کا نتیجہ ہے جو جمہوری اتحاد کی تشکیل میں آپ کے سامنے ہے۔ انھوں نے کہا کہ پاکستان سوشلسٹ پارٹی بائیں بازو کے اتحاد کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لئے تیار ہے۔

پشاور سنٹرل جیل میں کرنل سید عابد حسین شاہ گیلانی بحیثیت سپرنٹنڈنٹ تعینات ہیں۔ موصوف چہرے مہرے اور بات چیت میں نہایت شریف واقع ہوئے ہیں۔ لیکن مزدور طبقے سے اپنی نفرت کا ثبوت کرنل صاحب نے اس طرح دیا کہ وہ حسب معمول ہفتہ میں ایک دن اندرون جیل معائنہ کے لئے آئے۔ اسی دن پاکستان سوشلسٹ پارٹی سرحد کے صوبائی سیکرٹری جنرل جناب عبدالوحید ایڈوکیٹ مالاکنڈ جیل سے تبدیل ہو کر سنٹرل جیل پشاور پہنچے تھے۔ جب کرنل موصوف مختلف کوٹھریوں کا معائنہ کرتے ہوئے عبدالوحید ایڈوکیٹ کی کوٹھری پر پہنچے تو معمول کے مطابق انھوں نے عبدالوحید سے کچھ اس طرح سوال جواب کئے۔؟

د ہوں۔ وکیل بھی ہو۔

نام: عبدالوحید ایڈوکیٹ

کام: سیکرٹری جنرل پاکستان سوشلسٹ پارٹی سرحد۔

اچھا سیاست کرتے ہو۔

جرم: پاکستان سے بھوک۔ افلاس، بے روزگاری جہالت اور استحصال کو ختم کرنا، سرمایہ داری جاگیرداری اور امریکی سامراج کو دیس نکالا دے کر محنت کشوں کی حکومت قائم کرنا۔ اور غیر طبقاتی غیر استحصالی سماج کی تشکیل کے لئے سوشلزم کا قیام۔

عبدالوحید ایڈوکیٹ کی باتیں سن کر کرنل کی آنکھیں پھڑپھڑانے لگیں اور ایک لمبی ہوں کی اور کہا کہ "نوجوان کیوں اس [illegible] کو تباہ کرنے پر تل گئے ہو۔ کیوں محنت کشوں کو سبز باغ دکھا کر گمراہ کرتے ہو۔ محنت کش عوام کو سوشلسٹ لٹریچر پڑھا کر کیوں افیونی اور چرسی بنا رہے ہو۔"

کرنل موصوف نے واضح طور پر یہ بتا دیا کہ سوشلسٹ لٹریچر کی فروغ و اشاعت افیون اور چرس جیسے مکروہ دھندے ہیں۔ لیکن وائے نادانی کہ موصوف کو یہ بھی پتہ نہیں کہ آج ۴/۱ دنیا اسی سوشلزم کے نظرئے کو عملی جامہ پہنا کر ایک حسین سماج کی تشکیل میں مصروف ہے۔ کرنل موصوف کو شاید یہ علم نہیں ہے کہ آج ان کے بھائی بند سوویٹ یونین اور عوامی جمہوریہ چین کی عظمت کے گن گاتے نہیں تھکتے اور کرنل صاحب اور ان جیسے از کار رفتہ سرمایہ دار جاگیردار نوکر شاہی کے نمائندے ملک میں سوویت یونین کی امداد سے لگنے والی اسٹیل مل کے مکمل ہونے کا انتظار کر رہے ہیں کہ شاید اس میں بھی انکو کوئی حصہ مل جائے۔

غربت اور مصائب جرم ہیں
تشدد اور جبر علاج ہیں

ظفر قریشی

لارڈ بائرن کو لوگ انگریزی کے ایک اعلیٰ پایہ کے شاعر اور ایک "سنگدل" عاشق کی حیثیت سے زیادہ جانتے ہیں، لیکن اس کی پارہ جیسی شخصیت کا جو پہلو ہمارے اردو داں طبقوں تک کم ہی پہنچ پایا ہے۔ وہ اس کی انسان دوستی کا ہے۔ بائرن کا تعلق اٹھارویں اور انیسویں صدی کے انگلستان کے ایک اشرافیہ خاندان سے تھا، اس لحاظ سے اپنے طبقے کے مفادات اسے زیادہ عزیز ہونے چاہیئے تھے، لیکن ۲۴ یا ۲۵ برس کی عمر میں اس نے پارلیمنٹ کے ہاؤس آف لارڈز میں فریم ورک بل کی دوسری خواندگی کے موقع پر اپنی زندگی کی جو پہلی تقریر کی تھی، وہ ان اسباب میں سے ایک ہے جو اشرافیہ طبقے کے خیالات میں انقلابی تبدیلی کا باعث بنے۔ یاد رہے کہ یہ اس زمانے کا ذکر ہے جب صنعتی انقلاب انگلستان کے دروازے پر دستک دے چکا تھا۔ ہاتھ کے کام کی وقعت اچانک ختم ہوگئی تھی اور جاگیردار طبقہ جو بڑی تیزی سے صنعت کار طبقے میں بدل رہا تھا۔ مشینوں کے فریم خرید رہا تھا اور محنت کشوں کو اس بے دردی کے ساتھ کچل رہا تھا کہ اس طبقے کے افراد کے احتجاج پر نہ صرف پولیس اور فوج کے ذریعے انہیں زدوکوب کرایا جاتا بلکہ ان میں سے جو زیادہ سخت جان ہوتے انہیں عدلیہ کے ذریعے طویل عرصے کے لئے جیلوں میں ڈلوا دیا جاتا۔

لارڈ بائرن نے ہاؤس آف لارڈز میں جو تقریر کی تھی، وہ بیسویں صدی کے پاکستان میں بھی جوں کی توں پیش نہیں کی جاسکتی، تاہم چند اقتباسات حاضر ہیں، جنہیں پڑھ کر قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہم کس دور میں سانس لے رہے ہیں۔ انگلستان کے محنت کش تو اس دور سے گزر چکے اس لئے کہ انہیں اس وقت کے اعتبار سے برے بھلے جمہوری ادارے میسّر تھے، جہاں اور کچھ ہو سکتا ہو یا نہ ہو سکتا، کم از کم صورتِ حال سے اختلاف کرنے والا اپنے دل کی بھڑاس تو نکال سکتا تھا، غلطیوں کی نشاندہی تو کر سکتا تھا۔ کم از کم اسے یہ خوف تو نہیں تھا کہ میری تقریر کے نتیجے میں توہینِ عدالت ہو جائے گی یا وردی پوش انجانے میں ہاتھ پیر توڑ کر کسی ویرانے میں ڈال جائیں گے۔

بہرحال ملاحظہ کیجئے۔ "مائی لارڈز۔ جو موضوع آپ لوگوں کے سامنے رکھا گیا ہے، گو اس ایوان کے لئے نیا ہے، لیکن ملک کے لئے نیا نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ قانون سازی کے لئے پیش کئے جانے سے قبل، ہر طبقے کے افراد نے اس پر غور کیا ہوگا۔ میں اپنے علاقے کے

ہم آزاد ملک ہیں
اور اپنی فوج کو
کمزور دیکھنے کے
خواہش مند بھی نہیں

پریشان حال اور مصائب میں مبتلا افراد سے اپنے کسی حد تک تعلق کا اعتراف کرنے کے بعد کہوں گا کہ باوجود اس حقیقت کے کہ میں اس ایوان کے لئے نیا ہوں، لیکن زیرِ بحث موضوع پر چند خیالات کا اظہار کروں گا جس میں میں گہری دلچسپی رکھتا ہوں۔

فسادات کی تفصیل میں جانا وقت کا زیاں ہوگا۔ یہ ایوان اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ قتلِ عام کے سوا ہر ظلم روا رکھا گیا ہے۔ محترم اراکین یہ بھی جانتے ہوں گے کہ فسادیوں کو ان فریموں کے مالکان سے شدید نفرت ہے، اور صرف انہی سے نفرت نہیں ہے بلکہ ان سے متعلق افراد کو بھی اچھی نظر سے نہیں دیکھتے، ان کی تذلیل کرتے ہیں اور تشدد پر اتر آتے ہیں۔ میں نے حال ہی میں کچھ وقت ناٹنگھم شائر میں گزارا تھا اور اپنے قیام کے دوران مجھے علم ہوا کہ شاید ہی کوئی دن گزرتا ہے جس میں تشدد کی کوئی واردات نہ ہوتی ہو۔ جس دن میں اس علاقے سے چلا، مجھے بتایا گیا کہ لوگوں نے گذشتہ شب تقریباً چالیس فریم توڑ دیئے ہیں۔ یہ فریم کن لوگوں نے توڑے تھے، اس کا مالکان کو بھی علم نہیں تھا۔ یہ تو تھی اس وقت کی بات جب میں اس علاقے میں تھا اور مجھے یقین ہے کہ صورتِ حال میں اب بھی کوئی واضح تبدیلی پیدا نہیں ہوئی ہے لیکن جب ہم تسلیم کرتے ہیں کہ تشدد ہو رہا ہے، تو ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا چاہیئے کہ اس کی وجہ وہ اَن گنت اور غیر معمولی مصائب ہیں جو انہیں صورتِ حال کو برقرار رکھنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ وہ افراد جو جفاکش، محنتی اور ایماندار تھے، اچانک کیسے تبدیل ہو گئے کہ نہ صرف خود خطرات مول لے رہے ہیں بلکہ انہوں نے اپنے خاندانوں اور مجموعی طور پر پورے طبقے کو اس آگ میں جھونک دیا ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے جگہ جگہ فوج کے بڑے بڑے دستوں کو پڑاؤ ڈالے دیکھا ہے، پولیس مجھے غیر معمولی طور پر فعال نظر آئی، مجسٹریٹ یکجا تھے لیکن فوج اور سول حکام کی سرگرمیوں کے باوجود کوئی فرق نہیں پڑا۔ گرفتار کئے جانے والے کسی نوعمر لڑکے کے خلاف کسی ایسے واقعے

میں ملوث ہونے کا ثبوت نہیں تھا، جس کی بنیاد پر سزا دی جا سکتی، لیکن پولیس کو تو بہر حال اپنی کارکردگی دکھانا ہی تھی، چنانچہ چند مشہور نو عمر لڑکوں کا سراغ لگ گیا۔ چند مردوں کو اس واضح ثبوت کی بنیاد پر سزاوار ٹھہرایا گیا کہ وہ غربت جیسے ہولناک جرم میں ملوث تھے۔ چند مرد اس لئے قصوروار تھے وہ قانونی طور پر چند بچوں کو ایک ایسے وقت میں اس دنیا میں لانے کے مجرم تھے، جس میں انہیں پالنے کی سکت نہیں رکھتے تھے۔

مشینری کے بہتر قسم کے فریموں کے مالکان کو خاصا نقصان پہنچایا گیا ہے۔ یہ مشینیں ان کے لئے فائدہ مند تھیں۔ کیونکہ وہ ان مشینوں کی موجودگی میں زیادہ سے زیادہ مزدوروں کو ملازمت فراہم کرنے کی ضرورت سے بری ہو گئے تھے اور جس کے نتیجے میں مزدوروں اور محنت کشوں کی ایک بڑی تعداد بھوکوں مرنے لگی تھی۔ ایک مخصوص قسم کے فریم کی تنصیب کے بعد، ایک آدمی کئی آدمیوں کا کام کر سکتا تھا اور فاضل مزدور بے روزگار کر دیئے گئے تھے لیکن یہ بھی قابلِ ذکر بات ہے کہ ان مشینوں کی پیداوار غیر معیاری تھی اور کم از کم اس کی کھپت اندرونِ ملک تو نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کے باوجود پیداوار میں برآمدی نکتۂ نظر سے اضافہ کیا گیا۔ چنانچہ بے روزگار مزدوروں نے انسانیت کے لئے وسیع تر معنوں میں فائدہ مند اس ترقی پر خوش ہونے اور اظہارِ مسرت کرنے کی بجائے اپنی لاعلمی میں یہ بات ذہن میں بٹھالی کہ میکانکی ترقی کے لئے انہیں قربان کیا جا رہا ہے۔ یہ ان کی حماقت تھی کہ وہ سمجھتے تھے کہ کسی ترقی کا منشاء چند افراد کی خوشحالی ہوتا ہے اور یہ مقصد غریب محنت کشوں کی خوشحالی اور فلاح و بہبود سے زیادہ ارفع ہے چنانچہ اس ترقی کی پاداش میں ان سے ان کا روزگار چھینا جا رہا ہے یہاں یہ اعتراف کیا جا سکتا ہے کہ جدید قسم کی مشینری کا متعارف کرانا ہماری تجارت کے لئے ضروری ہے لیکن یہ اس طرح بھی ہو سکتا تھا کہ مالکان کو بھی فائدہ ہوتا اور مزدور بھی نقصان میں نہ رہتے لیکن موجودہ صورتِ حال یہ ہے کہ برآمدی مال گوداموں میں پڑا ہوا ہے، محنت اور پیداوار کی طلب یکسر طور پر کم ہوئی ہے اور اس صورتِ حال میں ایسے فریم متعارف کرانا مایوس اور پریشان حال محنت کشوں کی بے چینی میں اضافہ کرنا ہے۔ لیکن اگر آپ غور کریں تو مسئلہ محض یہ نہیں ہے۔ حالیہ واقعات کی اصل وجہ اور گھمبیر ہے۔

جب ہمیں یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ لوگ نہ صرف خود اپنے آرام و آسائش کی تباہی کے درپے ہو گئے ہیں، بلکہ اپنے روزگار کے ذرائع ہی کو آگ لگا دینا چاہتے ہیں تو کیا ہم یہ بھول جائیں کہ دراصل اس تلخی کی بنیاد گزشتہ اٹھارہ برس کی تباہ کن جنگ کی پالیسی ہے، جس نے ان کا آرام، آپ کا آرام اور تمام افراد کا آرام چھینا ہے۔ یہ پالیسی جن لوگوں نے بنائی تھی، وہ گزر چکے ہیں، اور اب یہ جو تھی نسل چل رہی ہے، جو اس کی شکار ہے، جو بھوکی ہے اور بیروزگار ہے کبھی آپ نے سوچا کہ ایسے حالات میں جب کہ اس معزز ہاؤس آف لارڈز کے اراکین کے طبقے میں لوگ دیوالیہ ہو رہے ہیں، جعل سازی میں ملوث ہیں، جرم کر کے فرار ہو رہے ہیں، عوام کا سب سے نچلا طبقہ جو سب سے زیادہ مفید ہوتا ہے، اس مصیبت کے وقت اپنے فرائض سے کوتاہی کر رہا ہے اور اپنے نمائندگان سے کچھ کم ہی مجرم ثابت ہو رہا ہے۔

تاہم مجھے امید تھی کہ اس مسئلے پر اجتماعی سزائے موت کے کسی قانون کو منظور کرنے سے قبل، ہز میجسٹی کی حکومت اس پر غور کرتی، معاملے کی تحقیقات کرائی جاتی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ یہ تسلیم کر کے کہ ان لوگوں کی جائز شکایات ہی نہیں تھیں، اور یہ کہ اجیروں اور مزدوروں کی اگر چند شکایات بھی تھیں تو وہ بے بنیاد تھیں، ہم نے طے کر لیا کہ مزدوروں کو زیادہ سزا ملنی چاہیئے۔

چنانچہ ان کی تعداد کم کرنے کے لئے فوج کو طلب کیا گیا، جس کا ان لوگوں نے مذاق ہی اڑایا ہے۔ سوائے ایک علاقے سے دوسرے علاقے تک پریڈ کرنے کے فوج نے کیا کیا ہے؟ اور پھر جب فوج اپنی پوری شان و شوکت اور حالتِ جنگ کی کیفیت میں ایک مقام پر پہنچتی تو ایک واردات اس کی آمد سے پہلے ہی ہو چکی ہوتی اور اس واردات کے مرتکب افراد فرار ہو چکے ہوتے۔ اس صورتِ حال میں اس کی واپسی پر عورتوں اور بچوں کا مضحکہ اڑانا کیا معنی رکھتا ہے؟ ہم ایک آزاد ملک ہیں، اور اپنی فوج کو کمزور دیکھنے کے بھی خواہش مند نہیں۔ کم از کم اپنی حد تک یہ نہیں چاہتے لیکن میں اس پالیسی کو کیا کہوں، جس کے تحت فوج کو ایسی صورتِ حال میں ڈالا گیا ہے۔ کہ لوگ اس کا مضحکہ اڑاتے ہیں۔ میرے نزدیک تلوار خراب ترین قابلِ استعمال دلیل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے اس کا استعمال بھی اس وقت ہونا چاہیئے جب تمام دلیلیں ختم ہو جائیں۔ مگر اس صورتِ حال میں اسے سب سے پہلے استعمال کیا گیا ہے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ ابھی یہ دلیل میان میں ہے۔ ہم اگر اس قانون کی منظوری دے دیں تو تلوار باہر نکل آئے گی جب کہ حقیقت یہ ہے کہ فسادات کے آغاز کے ابتدائی مراحل میں ہی اگر معاملات پر بات چیت کی جاتی اور فریقین کے مسائل حل کر لئے جاتے تو امن واپس قائم ہو جاتا

اس وقت ملک کو دو بڑے اہم مسائل کا سامنا

ہے، پہلا مسئلہ بھوک کے عوام اور دوسرا مسئلہ بے کار نوجوان ہے۔ اور تشویش کی بات یہ ہے کہ دونوں مسائل لندن سے محض ۱۳۰ میل کے فاصلے پر نظر آتے ہیں، لیکن ہم تن آسان لوگ اپنی غیر ملکی فتوحات کے زعم میں سرشار، داخلی تباہی کے وسط میں بیٹھے اپنی عظمت کے گیت گا رہے ہیں۔

میں آپ کو خبردار کروں گا کہ آپ کتنے ہی شہروں پر قبضہ کر لیں، کتنی ہی فوجوں کو شکست دے دیں، یہ فتوحات اور یہ کامیابیاں اس وقت بہت حقیر ہو جائیں گی جب آپ کے ہم وطن ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہو جائیں گے اور جب آپ اپنے فوجیوں کو اپنے شہریوں پر چھوڑیں گے۔

آپ ان لوگوں کو ہجوم، فسادی، خطرناک اور جاہل قرار دیتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ ان کو خاموش کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ چند فاضل سر قلم کر دیئے جائیں۔ ہجوم کو، فسادیوں کے ہجوم کو اضافی جرمانوں سے، سزاؤں سے رام نہیں کیا جا سکتا۔ یہ چیزیں اسے مزید ناراض کرتی ہیں۔ ہجوم کو قابو میں کرنے کے لئے مفاہمت کا پہلو بھی اختیار کرنا پڑتا ہے اور پُر اعتماد لہجہ بھی اختیار کرنا پڑتا ہے۔ کیا ہم نے یہ طریقے اختیار کئے ہیں؟ یاد رہے کہ یہ ہجوم وہی ہے جو ہمارے کھیتوں میں، کھلیانوں میں کام کرتا ہے۔ گھروں میں کام کرتا ہے۔ فوج اور بحریہ کا حصہ ہے۔ اسی ہجوم کے نتیجے میں آپ دنیا میں سرخرو ہوتے ہیں اور یہی ہجوم اس پریشانی کے عالم میں آپ کا سر جھکانے کی بھی صلاحیت رکھتا ہے۔ آپ لوگوں کو ہجوم تو قرار دے سکتے ہیں، لیکن یہ نہ بھولیے کہ ہجوم اکثر عوام کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔

مجھے کہنے دیجئے کہ مہینوں کی بے عملی اور مہینوں کے عمل کے بعد جو بے عملی ہی کی ایک شکل تھا، آپ نے مرض کی تشخیص یہ کی ہے کہ مریض کو نیم گرم پانی پلانا چاہیئے اور اس کا فاسد خون نکالنا چاہیئے۔ کچھ ٹھنڈا کچھ گرم پانی ہماری پولیس ہے اور فاسد خون نکالنے پر آپ نے فوج کو مامور کیا ہے۔ زیر نظر مسودہ قانون میں جو ناانصافیاں روا رکھی گئی ہیں، ان سے قطع نظر میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کے قوانین میں سخت سزاؤں کی کچھ کمی رہ گئی تھی کہ آپ اس بل کے ذریعے اسے پورا کرنا چاہتے ہیں؟ کیا ہمارا PENAL CODE پہلے ہی کچھ کم داغدار تھا کہ اس پر مزید خون انڈیلنے کی ضرورت پیش آ رہی ہے اور فرض کیجئے کہ آپ نے یہ بل منظور بھی کر دیا، تب بھی آپ اس کو نافذ کس طرح کریں گے؟ کیا آپ ہر کھیت میں پھانسی کے پھندوں کا اہتمام کریں گے اور لوگوں کو اس طرح ماریں گے، جس طرح طوطوں کو مارا جاتا ہے۔ کیا آپ پورے علاقے کو جیل خانہ بنا دیں گے؟ کیا آپ علاقے پر مارشل لا مسلط کر دیں گے؟ کیا آپ قتلِ عام کر کے اس قانون کو نافذ کریں گے؟ سوال یہ ہے کہ کیا وہ بھوکا ننگا شخص، جس کا آپ کی سنگین سے مقابلہ ہے، آپ کے تیار کردہ پھانسی کے پھندے سے خوفزدہ ہو جائے گا؟ سخت ترین سزائیں بھی جب ناکام ہو جائیں گی تو شہادت کون دے گا؟ ثبوت کون فراہم کرے گا؟ ثبوت اور شہادت کی عدم موجودگی میں آپ کے قانون کے تحت سزا نہیں دی جا سکتی۔

میں اپنے قابلِ احترام لارڈز سے گزارش کروں گا کہ وہ یہ بھی سوچیں کہ آخر ایسی کیا وجہ ہے کہ جب عوام کو کوئی سہولت دینی ہوتی ہے تو آپ کئی کئی برس غور و خوض میں لگا دیتے ہیں لیکن سزائے موت کا قانون ایسی غیر اہم چیز ہے کہ نتائج و عواقب کی پرواہ کئے بغیر آپ اسے منظور کر لینا چاہتے ہیں۔ اور میرے خیال میں اگر یہ قانون آپ منظور کر لیں، اس کے باوجود جیوری کے ارکان کی حیثیت سے بارہ قصابوں کی اور ایک جج کی حیثیت سے ایک جھٹکا کرنے والی مشین کی آپ کو پھر بھی ضرورت ہوگی۔"

لارڈ بائرن کی اس تقریر کا ایک دلچسپ پہلو یہ ہے کہ برطانیہ عظمیٰ اس کے بعد بڑے بڑے طوفانوں سے گزرا، لیکن مارشل لا اس نے اپنے ہاں کبھی نہیں نافذ کیا۔ ہاں، یہ تحفہ اس نے اپنی نوآبادیوں میں مزید بڑی فراخدلی سے تقسیم کیا ہے۔ ۱۸۱۲ء کے انگلستان میں جب وہاں تعلیم کا اوسط اتنا نہیں تھا، جتنا آج ہمارے ہاں ہے۔ اس کے باوجود ایسے چند سر پھرے موجود تھے جو بادشاہ کو روکتے اور ٹوکتے تھے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ بادشاہ ان کی کڑوی کسیلی باتیں مسکرا کر سُن لیتا تھا اور ایسی باتیں کرنے والوں کی کھال بھی نہیں کھینچتا تھا، کوڑے بھی نہیں لگاتا تھا۔ جیلوں میں بھی نہیں ڈالتا تھا، بوری میں باندھ کر بھی نہیں مارتا تھا اور مزید تعجب کی بات یہ بھی ہے کہ ایسے لوگ کھاتے کماتے بھی رہتے تھے۔ نہ ان کی جائیداد ضبط ہوتی تھی اور نہ وہ بے روزگار کئے جاتے تھے۔

سنہ ۱۹۷۰ء کی قیمتیں ممکن نہیں تو ۱۹۷۷ء کی قیمتیں ہی بحال کردو

پیپلز پارٹی آج بھی عوام کی سب سے بڑی سیاسی جماعت ہے

شہزاد شیروانی
راولپنڈی

مارشل لاء کے تحت تشکیل دی جانے والی غیر منتخب رجعت پسند سول کابینہ جس میں جماعت اسلامی، مسلم لیگ، پی ڈی پی اور جمعیت العلمائے اسلام نے شمولیت اختیار کی اس کے علاوہ دوسرے بارہ بھٹو دشمنی کی وجہ سے انعامی طور پر مسند وزارت پر براجمان ہوئے رہیں۔ اگر اس تمام غیر منتخب سول کابینہ کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلے گا کہ یہ کابینہ ہمارے ملک کے کسی بھی طبقے کی نمائندگی نہیں کرتی ہے۔

۱۹۶۷ء سے لے کر ۱۹۷۷ء تک پاکستان پیپلز پارٹی ملک کی واحد پارٹی کی حیثیت سے ابھری تھی۔ اس کے مقابلے میں بے انتہا چھوٹی چھوٹی جماعتیں بھی ملک میں موجود تھیں۔ جب ۱۹۷۷ء میں انتخابات کے انعقاد کا اعلان ہوا تو پاکستان کی نو سیاسی جماعتوں نے پیپلز پارٹی کے خلاف ایک قومی اتحاد نامی پارٹی تشکیل دی۔ مارچ ۷۷ء کے انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی واضح اکثریت سے کامیاب ہوگئی لیکن قومی اتحاد نے نتائج کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور ملک گیر ہنگامے شروع ہوئے جس کے نتیجے میں بے شمار نقصان ہوا۔ بسوں کو آگ لگائی گئی۔

ملک میں افراتفری کا سماں پیدا ہوا تو وزیر اعظم بھٹو نے دانشمندانہ قدم اٹھاتے ہوئے قومی اتحاد کے رہنماؤں کو مذاکرات کے ذریعے دوبارہ انتخابات کروانے کے لئے رضامندی ظاہر کر دی۔ قومی اتحاد اور پاکستان پیپلز پارٹی میں معاہدہ ہو گیا۔

اسی دوران ۵ جولائی کی رات کو فوجی حکومت برسراقتدار آ گئی اور انتخابات کرانے کا وعدہ کیا گیا جس کے بعد انتخابات کے لئے ۱۸ اکتوبر کی تاریخ کا اعلان کیا گیا۔ تو عوام کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر نے پیپلز پارٹی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ رجعت پسندوں کو جب شکست سامنے نظر آئی تو یہ بھاگتے ہوئے جنرل صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور منت سماجت کرتے ہوئے انتخابات ملتوی کرانے کا مطالبہ کرنے لگے چنانچہ یہی ہوا کہ انتخابات احتسابی عمل مکمل ہونے تک غیر معینہ مدت تک کے لئے ملتوی کر دیئے گئے۔ لیکن سیاسی قسمت سے کوئی روگردانی نہیں کر سکتا پیپلز پارٹی جو کہ واحد [illegible] ذاتی حیثیت میں بھی قومی اتحاد کی نو پارٹیوں سے مضبوط تھی نے قومی اتحادی پارٹی کے خواب چکنا چور کر دیئے، سو ایک مضبوط قوت یعنی پاکستان پیپلز پارٹی کے سامنے قومی اتحاد ایک کمزور اور مختلف الخیال پارٹی زیادہ دیر نہ ٹھہر سکی۔ دیکھتے ہی دیکھتے قومی اتحاد سے تحریک استقلال ، جمعیت العلماء پاکستان، این ڈی پی وغیرہ نکل گئیں جب کہ مسلم کانفرنس آزاد کشمیر کی پارٹی ہے۔ پاکستان میں اس کا وجود نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کے علاوہ خاکسار تحریک نے حکومت میں شامل ہونے سے انکار کر دیا ہے۔ ۵ جولائی ۱۹۷۸ء کو ایک کابینہ تشکیل دی گئی جس میں مسلم لیگ نے قومی اتحاد کی پرواہ کئے بغیر شمولیت کا فیصلہ کیا۔ اس کابینہ میں چودھری ظہور الٰہی خواجہ محمد صفدر، زاہد سرفراز، محمد خان جونیجو، فدا محمد خان، محمد علی ہوتی، محمود ہارون جنرل حبیب اللہ خان، گل محمد جوگیزئی، پرنس محی الدین بلوچ وغیرہ شامل ہوئے۔ ان تمام وزیروں میں سوائے ایک دو کے تمام وزراء آج تک انتخابات میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس کابینہ میں مسلم لیگ نے قومی اتحاد کی پالیسی سے روگردانی کرتے ہوئے شمولیت کا اعلان کیا تھا۔ قومی اتحاد کی مضبوطی کا اندازہ مسلم لیگ کی کابینہ میں شمولیت سے ہو جاتا ہے۔ کہ قومی اتحاد میں شامل جماعتوں میں سے کسی میں اتنی سکت نہ تھی کہ وہ مسلم لیگ سے باز پرس کر سکے۔ بلکہ الٹا مسلم لیگ کے سربراہ پیر صاحب پگارا شریف کی دھمکیوں سے مرعوب ہو کر اور مسلم لیگ کے فیصلے کو درست نہ گردانتے ہوئے بھی ۲۳ اگست کو تشکیل پانے والی نئی ۲۴ رکنی سول کابینہ میں شامل ہو گئیں۔

قومی اتحاد اگر سول کابینہ کو اپنی کابینہ سے تعبیر کرتا ہے تو اسے ۱۹۷۷ء مارچ کے انتخابات کے وعدوں کو نہیں بھولنا چاہیئے جن میں قومی اتحاد نے وعدہ کیا تھا کہ اگر انکی حکومت آ گئی تو وہ ایک دن میں ۱۹۷۰ء کی قیمتیں رائج کر دیں گے، دوسرا وعدہ نظام مصطفےٰ کے نفاذ کا تھا۔ وہ بھی مفتی محمود صاحب نے فرمایا تھا کہ ایک ماہ میں نظام مصطفےٰ نافذ ہو جائے گا۔ تیسرا وعدہ جمہوری طرز عمل کو فروغ دینا تھا۔ خیر یہ وعدہ تو پورا نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ جمہوریت کا مطالبہ کرنے والے خود غیر جمہوری بلکہ مارشل لاء کابینہ میں شامل ہو گئے ہیں چوتھا وعدہ آزادی تحریر و تقریر اور ابلاغ عامہ کا آزادانہ استعمال وغیرہ کا تھا۔ اب قومی اتحاد کو بارہ وزارتیں بھی مل گئی ہیں، باقی بارہ وزراء بھی رجعت پسند ہیں اور اس طرز کے ذہن میں کس طرح کابینہ ان وعدوں کو پورا کر سکتی ہے۔ کیوں کہ یہ چاروں وعدے بھٹو حکومت کے خلاف الیکشن مہم کے دوران استعمال کئے گئے تھے جس میں قومی اتحاد کو عوام کی ہمدردیاں عارضی طور پر حاصل کرنے میں کچھ کامیابی بھی ہوئی تھی۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا بھٹو حکومت کے ختم ہو جانے کے بعد فوجی حکومت کے ۵ جولائی ۱۹۷۷ء سے ۵ جولائی ۱۹۷۸ء تک کے ایک سال کے عرصے تک میں قیمتوں میں کمی ہوئی ہے کہ نہیں اس کا جواب ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ بھٹو حکومت کے بعد یعنی ۱۹۷۷ء جولائی سے ۱۹۷۸ء جولائی تک قیمتوں میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے اب قومی اتحاد کے رہنماؤں سے گذارش ہے کہ وہ ۱۹۷۰ء کی قیمتیں نہ سہی کم از کم ۱۹۷۷ء کی قیمتوں کو ہی واپس لے آئیں۔ دوسرے وعدے یعنی ابلاغ عامہ کا تمام فریقوں کیلئے آزادانہ استعمال کا وعدہ بھی پورا کر دیں۔

قومی اتحاد ان تمام وعدوں میں سے ایک بھی وعدہ پورا کرنے کا اہل نہیں کیوں کہ وزراء میں وہ اہلیت ہی نہیں ہے جو وعدے پورے کرنے کے لئے ضروری ہوتی ہے قومی اتحاد کی جو پارٹیاں سول کابینہ میں شامل ہوئی ہیں، وہ زیادہ تر اقتدار کی ہوس میں مبتلا ہیں کیوں کہ ۳۱ سالہ پاکستان کی تاریخ میں نہ تو یہ لوگ ووٹ کے ذریعے برسراقتدار آئے اور نہ کبھی آ سکتے ہیں (نیپ اور جمعیت العلماء اسلام کی دس ماہ کی صوبائی حکومت ایک الگ معاملہ ہے) جمہوریت کے قافلے کو منزل مقصود تک یہ کب پہنچا سکتے ہیں۔ مسلم لیگ نے اپنے دور حکومت میں کبھی قومی انتخابات کرانے کی زحمت ہی گوارہ نہیں کی۔ جماعت اسلامی، احرار پارٹی، جمعیت العلمائے اسلام نے کبھی پاکستان کے وجود کو تسلیم ہی نہیں کیا۔ یہ لوگ جمہوری اقدار کی پرواہ کیونکر کر سکتے ہیں جن کا ذہن ہی جمہوری نہیں۔

قومی اتحاد نے تو اپنا سول کابینہ میں شمولیت کا فیصلہ ہی جمہوریت سے نہیں کیا بلکہ مسلم لیگ کی دھونس اور وزارتوں کے لالچ نے کابینہ میں شامل ہونے پر مجبور کر دیا۔ اس سے زیادہ کرسیوں کے لالچ کی مثال کیا ہو سکتی ہے کہ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر صاحب نے پریس کانفرنس میں کہا تھا کہ سیاستدانوں کی کیا حیثیت ہے۔ جب چاہوں گا، یہ دم ہلاتے ہوئے چلے آئیں گے، سو قومی اتحاد کے رہنما دم ہلاتے ہوئے چلے گئے۔

۲۳ اگست کو تشکیل پانے والی کابینہ میں سیاسی پارٹیوں سے کل بارہ وزیر لئے گئے ہیں۔ ان میں سے پانچ مسلم لیگ سے اور تین تین جماعت اسلامی اور جمعیت العلماء اسلام اور دو پی ڈی پی سے جب کہ ۱۲ آزاد وزراء لئے گئے ہیں، قومی اتحاد کی ۹ میں سے چار جماعتوں نے شمولیت اختیار کی ہے بلکہ ہم میں سے بھی مسلم لیگ میں کابینہ کے سوال پر دو واضح دھڑے بن گئے ہیں۔ دوسرے دھڑے میں جنرل سکریٹری مسلم لیگ ملک قاسم۔ سینئر نائب صدر خواجہ خیر الدین۔ نواب مظفر حسین، سردار شوکت حیات اس کے علاوہ بہت سے دوسرے نامور لیڈر شامل ہیں۔ پی ڈی پی وَن مین پارٹی ہے جس کی حیثیت نواب زادہ نصر اللہ خان تک محدود ہے قومی اتحاد کی جن پارٹیوں نے سول کابینہ میں شمولیت کی ہے اس میں بھی چاروں پارٹیوں کے سربراہوں نے کابینہ میں شامل ہونے سے گریز کیا ہے۔ ان تمام باتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قومی اتحاد کی اپنی ہی نظر میں موجودہ سول کابینہ کی کیا وقعت ہے۔ پاکستان کی سب سے بڑی پارٹی پاکستان پیپلز پارٹی نے سول کابینہ کی سخت مخالفت کی ہے۔ اس کے علاوہ تحریک استقلال، جمعیت العلمائے پاکستان، پاکستان جمہوری پارٹی سوشلسٹ پارٹی، مزدور کسان پارٹی، این ڈی پی وغیرہ نے شمولیت اختیار نہیں بلکہ جلد انتخابات کا مطالبہ کیا ہے۔

اس کابینہ میں جماعت اسلامی کے محمود اعظم فاروقی کو وزارت اطلاعات و نشریات کا محکمہ سونپا گیا ہے، حکومت کی پالیسی اس قلمدان کے جماعت اسلامی کے سپرد کئے جانے سے واضح ہو جاتی ہے۔ اگر جماعت اسلامی کے یہ وزیر اپنا پورا زور لگا لیں کہ کسی نہ کسی طرح سے پیپلز پارٹی یا بائیں

بازو کی جماعتوں کے خلاف زہر اگلوائیں اور پاکستان کے عوام ان کے پراپیگنڈے سے متاثر ہو کر پارٹی چھوڑ دیں گے تو یہ ان کی خام خیالی ہے۔ پیپلز پارٹی کے اراکین جیلوں اور کوڑوں سے بالکل خائف نہیں ہوئے ہیں۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اس چند روزہ تکلیف سے وہ ایک روشن مستقبل کو نہیں چھوڑ سکتے۔ وہ روشن مستقبل جب کسان مزدور کی حکومت ہوگی۔ مساوات کا دور دورہ ہوگا۔

دوسرے وزراء میں پروفیسر غفور احمد کو پیداوار، چودھری ظہور الٰہی کو محنت کا محکمہ دیا گیا ہے۔ ان دونوں محکموں کا تعلق بھی براہِ راست مزدوروں سے ہے کہ کسی نہ کسی طریقے سے ملکی مزدوروں میں قومی اتحاد کا مقام بنایا جائے اور مزدوروں کی ہمدردیاں پیپلز پارٹی سے ہٹائی جائیں۔ لیکن ایک بات بہت عیاں ہے کہ مزدوروں کی اکثریت اب بھی پیپلز پارٹی کے ساتھ ہے۔ اس کا اندازہ واہ آرڈی ننس فیکٹری کے ورک مین ایسوسی ایشن کے ریفرنڈم سے ہوتا ہے۔ جس میں مزدور لیڈر خان غفار خان نے اپنے اصولوں کی حمایت میں ۹۵٪ ووٹ حاصل کئے اگرچہ اس ریفرنڈم میں بائیں بازو کے مزدوروں پر بے انتہا ظلم ہوا۔ گرفتاریاں ہوئیں۔ ۲۵ مزدوروں کو ایک ایک سال جیل اور کوڑوں کی سزا سنائی گئی لیکن مزدوروں کی اکثریت نے رجعت پسندوں کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا ہے۔

اس کابینہ میں ایک بہت بڑا طبقہ بذاتِ خود جاگیردار و سرمایہ دار ہے۔ یہ طبقہ غریب عوام کا کبھی بھی خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔ اس کابینہ کو دو حصوں میں بانٹ دیا گیا ہے ایک حصے کا تعلق قومی اتحاد سے ہے جس کے بارہ ممبر ہیں اس میں رجعت پسند، جاگیردار اور پرانے شکست خوردہ سیاستدان شامل ہیں۔ دوسرے حصے میں سرمایہ دار، تاجر شاہی اور صنعت کار شامل ہیں جس کی نمائندگی بھی بارہ ہے سو یہ دونوں طبقے سول کابینہ کے نام پر مارشل لاء کابینہ کہلاتے ہوئے مشترکہ طور پر کام کریں گے۔ لیکن یہ وقت بتائے گا کہ

میرپور میں گندم کی قلت تشویشناک ہوگئی

شہریوں میں زبردست بے چینی اور ہیجان پایا جاتا ہے

شیخ محمد یونس اعظم

حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے جنت میں شیطان کے بہکاوے میں آکر گندم کا دانہ کھایا۔ اس نافرمانی کی پاداش میں انہیں اور اماں حوّا کو جنت سے نکال باہر ہی نہیں کیا بلکہ گندم کو بھی مستقل خوراک کے طور پر ان کے ساتھ بھیج دیا۔ اس طرح گندم بنی نوع انسان کی خوراک کا سب سے بڑا جزو قرار پایا۔ یہ بات بھی مسلمہ ہے کہ دنیا کی بڑی آبادی گندم اور اس سے حاصل کردہ مواد کو بطور خوراک استعمال کرتی ہے۔ اس طرح گندم کی کاشت قریباً قریباً موسمی مطابقت کے لحاظ سے دنیا کے اکثر و بیشتر ممالک میں کی جاتی ہے۔ ہمارے وطن پاکستان میں خوراک کا سب سے بڑا حصہ گندم ہے۔ یہاں اسکی کاشت وسیع پیمانے پر کی جاتی ہے لیکن آبادی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے لاکھوں ٹن گندم ہر سال بیرون ممالک سے درآمد کیا جاتا ہے۔ ضلع میرپور آزاد کشمیر میں گندم ہی مرکزی اور بڑا جزو خوراک ہے۔ یہاں گندم کاشت کی جاتی ہے لیکن آبادی کی ضروریات اس سے کہیں زیادہ ہیں۔ منگلا ڈیم کی تعمیر سے قبل زیر آب رقبے میں گندم کی وسیع پیمانے پر کاشت ہوتی تھی۔ جس سے گندم کی وسیع پیداوار ہوتی تھی اور جس سے آبادی کی ضروریات بڑی حد تک پوری ہونے کے باوجود پاکستان سے گندم درآمد کیا جاتا تھا۔ اس طرح ہم زیادہ پیچھے نہ جاتے ہوئے صرف گذشتہ چند سالوں کی صورت حال پیش کریں گے۔ جس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ موجودہ صورتِ حال کتنی خطرناک ہو چکی ہے۔

سال ۱۹۷۱ء کی مردم شماری کے مطابق ضلع میرپور کی کل آبادی ۳،۸۱،۰۰۰ نفوس پر مشتمل تھی۔ جب کہ سالانہ غلّہ جو اس آبادی کے لئے مختص تھا۔ وہ ساڑھے تین لاکھ من تھا۔ اب ۱۹۷۸ء میں ضلع کی آبادی تقریباً ۴،۵۶،۰۰۰ نفوس کے لگ بھگ جا پہنچی ہے۔ جبکہ ضلع کے لئے گندم کی ایلوکیشن وہی ہے۔ گویا پچھتر ہزار نفوس کے اضافے کے لئے کوئی کوٹہ مختص نہیں کیا گیا اور انہیں سابقہ کوٹہ پر ہی اکتفا کرنے کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ منگلا ڈیم کے متاثرین جن کی تعداد اندازاً ساڑھے تین ہزار کنبہ جات پر مشتمل ہے نے پنجاب میں متبادل اراضیات حاصل کی ہوئی ہیں جبکہ ان کی رہائش میرپور ہی میں ہے۔ کچھ عرصہ قبل ایسے لوگ
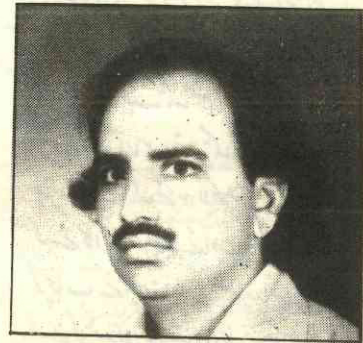
دونوں گروہ بھی آپس میں لڑ کر ایک دوسرے پر الزام تراشی کریں گے۔ کیونکہ قومی اتحاد کو آخر کار اپنی غلط کاریوں پر پردہ ڈالنا ہے اور وہ ایسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ کابینہ کی ناکامی کی صورت میں ساری ذمہ داری آزاد وزراء پر ڈال دی جائے کیوں کہ اس پوری سول کابینہ کی فوجی کونسل کے سامنے کوئی حیثیت نہیں ہے، سپریم باڈی فوجی کونسل ہی رہے گی لیکن نام سول کابینہ کا ہوگا۔ عملی طور پر یہ کابینہ بالکل صفر اختیارات کی حامل ہوگی، اور وزراء صرف اور صرف کرسی، کار، بنگلہ، نوکروں اور جی حضوری کے حق دار ہوں گے۔

جنرل ضیاء الحق صاحب نے ۲۴ اگست کی پریس کانفرنس میں ارشاد فرمایا ہے۔ کہ عام انتخابات ۱۹۷۹ء کے اکتوبر کو متوقع ہیں، یعنی ابھی پورا سوا سال پڑا ہے۔ آخر کار تین ماہ سے کرتے کرتے سوا دو سال کا عرصہ ہو جائے گا۔ اگرچہ اکتوبر ۱۹۷۹ء بھی اختیاری وعدہ ہے لیکن کیونکہ سیاسی عمل کے مکمل ہونے کے لئے وقت درکار ہوا کرتا ہے۔ ہوتا وہی ہے جو عوام چاہتے ہیں۔ کسی کے روڑے اٹکانے سے کوئی کام رک نہیں سکتا۔ پاکستان کی یہ ایک سیاسی حقیقت ہے کہ اگر دس سال بعد بھی انتخابات کروائے گئے اور پیپلز پارٹی کے تمام سرکردہ لیڈروں کو نا اہل بھی قرار دے دیا گیا تو لوگ تب بھی بھٹو ازم کو ووٹ دیں گے۔

تیسرا مارشل لاء، اپنی طرز کا پہلا مارشل لاء ہے کہ جس میں ایک فریق کو شریک حکومت بنایا گیا ہے جب کہ دوسرے کو دبایا گیا ہے۔ "شریک حکومت" فریق لازمی طور پر دوسرے فریق پر اثر انداز ہوگا۔ اس طرح مارشل لاء کے دور میں بھی سیاسی رقابت اور زیادہ بڑھ جائے گی ایک طبقے کی حمایت سے مارشل لاء انتظامیہ کے خلاف جذبات ابھر آتے ہیں۔ جو کہ وقتی طور پر ظاہر نہیں ہوتے لیکن جیسے جیسے وقت گذرتا جاتا ہے۔ یہ جذبات شدید سے شدید تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔

■

اپنی ضروریات کے لئے پچاس من تک گندم یہاں لاسکتے تھے۔ جس سے غلہ کی مجموعی قلت کو کافی موثر سہارا مل جاتا تھا۔ لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ ایسے لوگ اب گندم میر پور نہیں لاسکتے اور اگر لاسکتے ہیں تو۔ صرف آٹھ، دس من ہی۔ جو متاثرین کے ساتھ انتہائی ظلم اور زیادتی ہے۔ جس کی وجہ سے صارفین غلہ کو سول سپلائی پر ہی انحصار کرنا پڑتا ہے اور محکمہ خوراک کا اس تیزی سے بڑھتی ہوئی مانگ کو پورا کرنا آسان کام نہیں۔ جس کا نتیجہ عوام میں بے چینی اور ہیجان کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتا اور اس کے رد عمل میں کوئی بھی ان دیکھی تحریک منصۂ شہود پر آسکتی ہے چونکہ "مرتا کیا نہ کرتا .....!!"

میر پور شہر کی آبادی میں بھی اسی طرح اضافہ ہوا ہے شہر میں خوراک کی مانگ دن بدن بڑھ رہی ہے۔ چونکہ تحصیل میر پور کا غلہ پیدا کرنے والا سارے کا سارا رقبہ زیر آب آچکا ہے اور جو باقی ہے اس میں سوائے علاقہ کھڑی کے سارا کا سارا رقبہ بنجر و بے کار ہے لیکن آبادی میں دن دگنی رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے۔ شہر میں بینکوں اور دوسرے تجارتی اداروں کے ملازمین اکثر پنجاب اور پاکستان کے دوسرے حصوں سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ یہاں پر چلنے والی بسوں کے ملازمین بھی پاکستانی ہیں۔ کاروباری اور تجارتی مراکز سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے بھی آخر غلہ یہاں ہی سے حاصل کرنا ہے۔ جس کی وجہ سے غلہ کی سپلائی پر اضافی بوجھ پڑا ہے جہاں تک غلہ کی تقسیم کا تعلق ہے وہ شہر میں ۲ سیر فی کس اور دیہات میں ڈیڑھ سیر غلہ فی کس کے حساب سے تقسیم کیا جا رہا ہے یعنی اس ایلوکیشن کے حساب سے غلہ پاؤ۔ ڈیڑھ پاؤ فی کس بنتا ہے۔ اگر ایک شخص ایک دن میں پاؤ ڈیڑھ پاؤ دانے کھا سکتا ہے تو کیا یہ صورت حال ایک آدمی کے لئے باعث تشویش نہیں ہے۔ گویا موجودہ ایلوکیشن نہ صرف صارفین کے ساتھ مذاق ہے بلکہ "اونٹ کے منہ میں زیرہ" اور "آٹے میں نمک" والی ضرب الامثال کو شرمندہ کرنے کیلئے کافی ہے۔ حالانکہ بین الاقوامی طور پر یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ ایک شخص فروٹ، مشروبات اور ترکاری کے علاوہ ایک ماہ میں ۱۴ سیر آٹا کھا جاتا ہے۔ دوسری طرف یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ میر پور سے کوئی پچاس ہزار کے لگ بھگ یا اس سے زائد افراد بیرون ملک روزگار کے سلسلے میں گئے ہوئے ہیں اور قومی معیشت میں زرمبادلہ کی صورت میں قابل قدر اضافہ کر رہے ہیں اور ان کے متعلقین یہاں غلے کی موجودہ سنگین صورتِ حال کا شکار ہیں۔ جس سے ان لوگوں میں بھی بے چینی پھیل رہی ہے۔ پھر میر پور کے لوگوں نے اپنی بیش قیمت جائیدادیں۔ ورثے۔ آبا و اجداد کی یادگاریں اس عظیم ترین منصوبے (منگلا ڈیم) کی تکمیل کے لئے قربان کر دیں کہ اس سے پاکستان کی سرسبزی و شادابی میں اضافہ ہوگا۔ غلہ زیادہ پیدا ہوگا اور اس سے اہل میر پور بھی مستفید ہو سکیں گے۔ لیکن ان نتائج کے پیش نظر جواب تک برآمد ہوئے ہیں۔ نتیجہ مثبت کے بجائے منفی ہی ظاہر ہوا ہے اور امیدوں کے چراغ۔ غیر متوقع طور پر بجھ رہے ہیں۔

جب بھی کوئی مطالبہ عوام کی طرف سے پیش کیا گیا ہے شنوائی نہیں ہوئی۔ یہاں غلے کی تقسیم کا نظام بھی دن بدن ہدف تنقید بنتا جا رہا ہے۔ چونکہ حکام گندم، چینی اور گھی کی چٹھیں جاری کرتے ہیں اور چٹ جاری کرتے وقت یہ دیکھنا کہ لینے والا مستحق ہے یا غیر مستحق بہت مشکل ہے۔ اس طرح کچھ با اثر لوگ ان چٹوں ہی کو کاروبار بنائے ہوئے ہیں جو کہ نہایت ہی ناموزوں اور عام لوگوں کی حق تلفی ہے۔ چٹ سسٹم دراصل بلیک اور رشوت کی بنیاد بنتا جا رہا ہے اس لئے اس سسٹم کو فوری طور پر ختم کر دیا جائے اور جو کچھ راشن دستیاب ہو۔ وہ ڈپو ہولڈروں کے ذریعے راشن کارڈوں پر تقسیم کیا جائے جس میں گھی کو بھی شامل کیا جائے نیز ڈیلروں کے تقسیم کے نظام پر بھی کڑی نظر رکھی جائے۔ اور دیکھا جائے کہ آیا صارفین کو ان کا راشن مل رہا ہے یا نہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ آئے دن نئے ڈیلر بھی بنائے جا رہے ہیں۔ جن کی تقرری کے بارے میں عوام کو گلہ ہے کہ پہلے سے موجودہ ڈیلر کافی سے زیادہ ہیں۔

جہاں تک سول سپلائی کا تعلق ہے۔ سارا انتظام ایک انسپکٹر اور ایک کلرک چلا رہے ہیں جب کہ ڈی ایف سی کی آسامی خالی پڑی ہے۔ اس طرح بھی ڈیلروں اور صارفین کو ہر دو اہلکاروں پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے ڈی ایف سی کی آسامی فوری پُر کی جائے اور ہر دو اہلکاروں کی کارکردگی کا نوٹس بھی لیا جائے۔ تاکہ عوام کی شکایات کا خاطر خواہ ازالہ ہو سکے۔ یہ بھی پتہ چلا ہے کہ حکومت نے سال ۱۹۷۸ء میں مقررہ ایلوکیشن میں پچاس ہزار ٹن کا اضافہ کر دیا ہے۔ لیکن نام نہاد چٹ سسٹم نے موجودہ اضافے کی حیثیت کو ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ بحالات بالا یہ ضروری ہے کہ ضلع میر پور کو راشننگ ایریا قرار دے کر اس علاقے میں غلے کی فراہمی کو فوری طور پر سنبھالا دیا جائے۔ جب تک ضلع میر پور کو راشننگ ایریا قرار نہیں دیا جاتا، اس وقت تک ضلع میر پور کی ۴ لاکھ ۵۶ ہزار آبادی کے لئے ۱۲ لاکھ من سالانہ غلہ گندم فراہم کرنے کا انتظام کیا جائے اور ساتھ ہی متاثرین منگلا ڈیم کو پنجاب سے اپنی زمینوں سے پیدا ہونے والا غلہ میر پور لانے کی فوری اجازت دی جائے تاکہ عوام میں بے چینی اور ہیجان ختم ہو سکے۔

جرائم کی نشاندہی کرنے والوں کی جواب طلبی اور ملازمت سے برطرفی

SHOW CAUSE NOTICE

(NOTICE)

No. 302-EC/7-A(E V) Dated ______

From Asstt: Works Manager "C"
C&W Shops.
Moghalpura

Mr Muhammad Iqbal (Awan)
S.S Store Issuer, Emp. 3782468
c/o F.O. SCR (CC No 7114) C&W Shops MGPR

You are hereby required to submit your explanation for which you are given Seven days from the date of receipt of this notice against the following charges and to state why you should not be dealt with under the Railway Servants (Efficiency and Discipline) Rules 1975 and a suitable penalty imposed on you. You can be given personal hearing if requested.

CHARGES.

Misconduct

Allegation: You gave a statement through Press in daily "Mussawat" dated 17-7-1978 for the purpose of ventilate your grievances for the purpose of embarrassing the Railway Administration for which you were not authorized under the Railway Servant's Conduct rules without obtaining prior permission of the competent authority.

Signature ______

Designation
Asstt. Works Manager "C"
C&W Shops, Moghalpura

مزدوروں نے ریلوے میں خرد برد کی تحقیقات کے لئے ۵۰۰۰ ہزار درخواستیں دیں

ریلوے ورکرز فرنٹ کے مرکزی جنرل سیکرٹری جناب محمد اقبال اعوان نے ایک بیان میں کہا ہے کہ ریلوے ورکشاپ (مغلپورہ) لاہور سے روزانہ ہزاروں روپے کی مالیت کا سامان خرد برد کئے جانے، رشوت اور دیگر بدعنوانیوں کی نشاندہی کرنے پر انتظامیہ مزدوروں لیڈروں کو انتقامی کارروائیوں کا نشانہ بنا رہی ہے۔ جناب محمد اقبال اعوان نے اس سلسلے میں انہیں جاری کئے جانے والے جواب طلبی کے نوٹس کا حوالہ دیا ہے جو انہیں اسسٹنٹ ورکس منیجر "سی"۔ سی اینڈ ڈبلیو شاپس، مغلپورہ کی جانب سے چٹھی نمبر ۳۰۲۔ ای سی/ ۷۔ اے (ای V) مورخہ ۲ر اگست ۱۹۷۸ء کے تحت دیا گیا ہے۔

اس نوٹس میں ان کے اس بیان کا حوالہ دیتے ہوئے جو روزنامہ "مساوات" میں ریلوے لوکوموٹو شاپ ۱۰۸۷ میں مبینہ دھاندلیوں کی تحقیقات اچانک روک دیئے جانے پر تشویش کے اظہار میں شائع ہوا تھا، کہا گیا ہے کہ انہوں نے ریلوے انتظامیہ کو ہراساں کرنے کی غرض سے یہ بیان دیا ہے جس کے وہ ریلوے سرونٹس کنڈکٹ رولز کے تحت بغیر پیشگی اجازت مجاز نہیں تھے۔

جناب محمد اقبال اعوان نے اس سارے واقعہ کا پس منظر بتاتے ہوئے کہا ہے کہ ریلوے ورکشاپ سے روزانہ ہزاروں روپے کی مالیت کا مال خرد برد کئے جانے کا الزام مزدوروں پر عائد کیا جاتا تھا لیکن جب مزدوروں نے اعلیٰ حکام پر حقیقت واضح کی تو وہ بوکھلا اٹھے۔ جناب اعوان نے بتایا کہ جب سے مسٹر سلیم عبداللہ ڈویژنل

افسر خود ہی ٹینڈر طلب کرتے اور خود ہی بھر کر مال سپلائی کرتے ہیں

سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئے ہیں، بدعنوان، اقربا پروری اور خرد برد کا دور دورہ ہے اور غنڈوں، چوروں کی چاندی ہو گئی ہے۔ مسٹر سلیم عبداللہ سابق سی ایس پی اور ریلویز مسٹر گل عبداللہ کے بھائی ہیں جنہیں ان ہی الزامات کی بنا پر سابقہ حکومت کے دور میں برطرف کر دیا گیا تھا۔

جناب اعوان نے کہا کہ ریلوے لوکوموٹو شاپ کے ایک محنت کش سے اس کے ایک جائز حق کے سلسلے میں اے ڈبلیو ایم جی لوکو مسٹر فتح محمد نے ۴۰۰ روپے رشوت طلب کی۔ جب اس نے مسٹر سلیم عبداللہ سے شکایت کی تو انہوں نے الٹا اس کو ڈانٹ دیا۔ موٹر ڈرائیور کمیٹی کے صدر جناب رحمت اللہ کی موٹر شاپ ۱۰۸۷ میں ہونے والی دھاندلیوں کے متعلق متعدد شکایتوں کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا گیا۔ اس پر جب انہوں نے مسٹر سلیم عبداللہ سے ملنا چاہا تو انہوں نے ملنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد جب انہوں نے اپنی جدوجہد جاری رکھی تو انہیں قانونی تقاضے پورے کئے بغیر ملازمت سے برطرف کر دیا گیا۔

جناب اعوان نے کہا کہ موٹر شاپ ۱۰۸۷ میں ہونے والی دھاندلیوں کا پورے ریلوے میں چرچا ہے۔ نئی گاڑیاں دو سال بھی نہیں چلتی ہیں کہ ناکارہ قرار دی جاتی ہیں۔ افسران سرکاری کام کے نام پر گاڑیاں استعمال کرتے ہیں اور اپنی پرانی گاڑیوں کی مرمت موٹر شاپ سے کروا کر ان میں نئے پرزے بھی ڈلواتے ہیں۔ پیٹرول، ورڈیز، کی خرد برد تو زبان زدِ خاص و عام ہے۔ لوکل پرچیز میں بھی

خرد برد پورے عروج پر ہے۔ ویگنیں دن دہاڑے نکال لی جاتی ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق تقریباً ۵۰ درخواستیں مزدوروں کی طرف سے ۱۹۶۴ء سے ۱۹۷۷ء تک حکام بالا کو دی گئیں لیکن حکام نے کوئی کارروائی نہیں کی۔ صرف ایک افسر مسٹر ابوالکلام سابق سپرنٹنڈنٹ ورکشاپ اور حال ڈائریکٹر پورٹ ٹرسٹ کراچی نے ۱۹۷۲ء تا ۱۹۷۴ء کے الزامات کی تحقیقات کرائی اور نتیجہ ان میں ملوث سب انجینئر مسٹر محمد ایوب کا شاپ سے تبادلہ کر دیا۔ اسی کی پشت پناہی حالیہ ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ ملتان مسٹر معروف نے کی۔ اسی طرح مسٹر ایم این ادیب، مسٹر سرور مسٹر عبدالقیوم، مسٹر عبدالرحیم وغیرہ دوسرے افسران ہیں جو دونوں ہاتھوں سے ریلوے کو لوٹ رہے ہیں۔

جناب اعوان نے کہا کہ مسٹر ایوب ایک معمولی سب انجینئر ہونے کے باوجود دو ٹیکسیوں اور ایک شاندار دو منزلہ مکان کا مالک ہے۔ مسٹر ایم این ادیب کیخلاف لکڑی کی خریداری کے سلسلے میں ایف آئی اے نے کارروائی کی تھی اور اسے لکڑی کی خریداری سے روک دیا گیا تھا لیکن مسٹر سلیم عبداللہ نے اسے اجازت دے رکھی ہے اور اس سے اپنا کمیشن وصول کرتے ہیں۔ مسٹر سرور اور مسٹر عبدالقیوم نوکل پرچیز کے ماہرین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ انہوں نے خود فیکٹری (سوات انڈسٹریز) لگا رکھی ہے۔ خود ہی ٹینڈر طلب کرتے ہیں اور خود ہی ٹینڈر بھر کر مال سپلائی کرتے ہیں۔ مسٹر عبدالرحیم کا کام خُرد بُرد کے مال کے حصے تقسیم کرنا ہے۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے ۱۰ اگست کو ریلوے کیرج شاپ سے ساگوان لکڑی کی ایک ویگن پار کرالی۔ جب آئی جی (کرائمز) ریلوے نے اس سلسلے میں مسٹر سلیم عبداللہ کو فون کیا تو انہوں نے معذرت کی کہ ویگن غلطی سے باہر آ گئی تھی۔

جناب محمد اقبال اعوان نے کہا کہ ریلوے ورکشاپس مغلپورہ کے مزدور مسٹر ایوب اور اس کے سرپرستوں کے خلاف غیر جانبدارانہ تحقیقات کا مطالبہ کر رہے ہیں ان کا کہنا ہے کہ ایسے تمام لوگوں کو فوراً معطل کر دیا جائے اور نہیں ان کے سیاہ کارناموں کی قرار واقعی سزا دی جائے ■

چھوٹا منہ بڑی بات

ابوضیا اقبال

استاد انور دہلوی نے کہا ہے ؎

نظر کرتے ہی وہ کچھ ہو گیا جو کچھ کہ ہونا تھا

پشیمان ہو رہا ہے دیدۂ انجام میں کیا کیا

چنانچہ بزرگ کہتے ہیں کہ وہ کام نہ کیا جائے جس سے پشیمانی ہو کیونکہ صاحبِ نظر کی نرمی گرمی کا کوئی پتہ نہیں ہوتا، جیسا کہ جناب جاوید ہاشمی نے ۲۵ جولائی کو لاہور میں ڈاکٹرز آرگنائزیشن کے استقبالیہ میں بتایا کہ ان کی وہاں آمد پر جس پولیس آفیسر نے ان کی کار کا دروازہ کھولا تھا وہی تحریک برائے اسلام آباد (نورانی میاں کے الفاظ میں) کے دوران انہیں شاہی قلعہ لے گیا تھا۔ اسی لئے محتاط رہنے کی ضرورت ہے کہ (سیاست میں) کھوٹا پیسہ بھی کام آتا ہے۔

"نوائے وقت" کی ۱۳ اگست کی اشاعت میں ایک مضمون چھپا ہے "امریکی کانگریس سے زیادہ طاقتور ادارہ"۔ اس میں ایک جگہ لکھا ہے "کانگریس سے یہودیوں کی مرضی کے خلاف کوئی بل یا قانون منظور کرانا اس وقت تقریباً ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کو دفاعی اسلحہ یا ٹیکنیکل امداد دینے کا سوال کانگریس میں پیش ہوا . . . . امریکہ کے یہودی اپنی لابی کے ذریعے کانگریس کے ارکان کو خرید لیتے ہیں یا بلیک میل کرتے ہیں . . . ؟

حضرت نسیم دہلوی کے شاگرد رشید اشرف دہلوی نے بعض بہت اچھے شعر کہے ہیں مثلاً ؎

سرگوشیاں رقیب کی تاثیر کر گئیں

پہلو کچھ اور آج تیری گفتگو میں تھا

سرحد کے سابق مرد آہن جناب خان عبدالقیوم خاں نے دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے دیوار برلن گرا دی ہے (یعنی قیوم لیگ اور پگارا لیگ کو ایک کر دیا ہے" جنگ ۱۲ اگست) جہاں تک دیواروں کے گرانے کے کارناموں کی بات ہے تو خانِ اعظم کے ہتھے محتاجِ تعریف نہیں ہیں لیکن دیوار برلن کے حوالے سے سوال پیدا ہو گیا ہے کہ دونوں لیگوں میں سے کون سی مشرقی برلن یعنی کمیونسٹوں کی زیرِ نگیں تھی؟ موصوف نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ وہ موجودہ مسلم لیگ کو ایک مضبوط عوامی تنظیم بنانے کے لئے دورہ کریں گے۔ گویا مسلم لیگ جسے کابینہ میں سب سے زیادہ حصہ ملا ہے، کوئی مضبوط اور عوامی تنظیم نہیں ہے اور اس کی خاطر یہ بزرگ سیاستدان اب در در کی خاک چھاننے نکلیں گے۔ کیا اب بھی جناب پیر پگارا کو ان کے بڑھاپے پر ترس نہیں آئے گا؟

روزنامہ "جنگ" پچیس سال پرانی باتیں گھاتیں یاد دلا کر کبھی کبھی بڑی قطب نمائی کرتا ہے۔ مثلاً ۲۳ اگست ۱۹۷۸ء کو مجید لاہوری مرحوم کے ۲۳ اگست ۵۳ء کے چند اشعار بغرض ستارہ شناسی چھاپے ہیں، ملاحظہ ہو۔

پہلے تو دل پر "ریڈ" کرتے ہیں	اور پھر "فرسٹ ایڈ" کرتے ہیں
تو بھی کر پریڈ میری زہرہ جبیں	ماہ پارے "پریڈ" کرتے ہیں
ان دنوں بن گئے ہیں وہ حاجی	"بلیک" میں جو "ٹریڈ" کرتے ہیں
یہ حسین خواب ہیں مگر اے مجید	وعدہ "جاپان میڈ" کرتے ہیں

یہ نہ سمجھ لیجیئے کہ مرحوم شاعر کو الہام ہو گیا تھا کہ مارشل لاء کے تحت ایک کابینہ ۲۳ اگست ۱۹۷۸ء کو حلف اٹھائے گی۔

"جنگ" ۲۵ اگست کی اشاعت میں محترمہ صفو راخیری کا ایک پرلطیف مضمون چھپا ہے جس میں انہوں نے بڑا آدمی بننے کے لئے دس نکات تجویز کئے ہیں اور ان میں تمام تر زور اپنے "باس" کی نظر التفات حاصل کرنے پر دیا ہے اگر ان نکات پر دلجمعی سے عمل کیا جائے تو کسی بھی چھوٹے آدمی کو (مضمون نگار نے اس کی صفت کنگلا، سنجیدہ، انا پرست اور خوددار بتائی ہے) بڑا آدمی بننے سے کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ ان میں ایک نکتہ یہ ہے کہ "ہر بڑے آدمی کے ساتھ کچھ نہ کچھ نورتن ہوتے ہیں۔ اکبر کے نورتن تھے جن کے مشوروں نے اس کی حکمتِ عملی کو آگے بڑھایا"۔ اور بنیادی نکتہ یہ ہے کہ "بگ باس" کی تمام تر کمزوریاں آپ کے علم میں ہونی چاہیئں یعنی وہ خفیہ سرگرمیاں اور کارروائیاں جو ان کی پرائیویٹ زندگی کا جوہرِ خاص ہیں۔

خلقِ خدا کو ان تجاویز سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے اور کامیابی کے بعد مضمون نگار کو شکریے کا خط ہرگز لکھنا نہیں چاہیئے۔

بھارت میں اندرا کانگریس کے ایک رکن نے مرار جی ڈیسائی اور چرن سنگھ خاندان کی بدعنوانیوں کیلئے تحقیقاتی کمیشن کے قیام کا مطالبہ کیا تو شری ڈیسائی نے معترض کو لاجواب کر دینے والی ایک بڑی منطقیانہ بات کہی کہ انہوں نے چرن سنگھ کے خاندان پر بدعنوانی کے الزام لگائے، نہ چرن سنگھ نے کانتی بھائی ڈیسائی کے خلاف الزامات لگائے (حریت ۱۱ راگست)

یہ ہوئی نا بات! جب دونوں خاندانوں کو ایک دوسرے سے کوئی شکایت نہیں ہے تو کسی تیسرے کو ان دونوں کے بارے میں کیوں ہو؟ کاش سارے لیڈر اسی منطق اور استدلال کو اپنائیں تاکہ باہر کا آدمی اندر والوں پر کیچڑ نہ اچھال سکے۔

پاک و ہند کی شہرہ آفاق مغنیہ اور گلوکارہ مادام نورجہاں نے لاہور کو ہمیشہ کے لئے دماغ مفارقت دیتے ہوئے کراچی کو مستقل شرفِ سکونت بخشتے ہوئے انکشاف کیا کہ ان کے والد اور بھائی مساجد کے امام اور ممتاز خطیب تھے (جنگ ۲۴ راگست) مادام نے سالہا سال کے ضبط و تحمل کے بعد اب یہ راز اگلا ہے۔ اس موقعہ پر منٹو نے شوکت حسین رضوی کے قصور کی لاہور والی "نوری" کو بمبئی لے جا کر رکھنے کی جو چشم دید روداد سنائی ہے، اس سے ایک امام مسجد اور خطیب کے ساتھ پیش آنے والے سانحے پر افسوس ہونے لگتا ہے۔ غالباً تیس سال پہلے منٹو نے لکھا تھا کہ...
"نوری کی آنکھیں (صبح کو) ایسی سفید تھیں جیسے لانڈری سے دھل کر آئی ہوں ...."

بعض لوگ ماضی کو اہرام مصر میں دفن سمجھتے ہیں جب کہ کچھ لوگ اپنے حافظے پر بجا طور پر فخر کرتے ہیں۔

روزنامہ "جسارت" نے اپنے اداریہ (۱۳ راگست) "غیر محتاط بیان بازی سے گریز کیجیئے" میں ایک جگہ جناب مفتی محمود اور جناب شیر باز مزاری کے اختلاف کو دو صحابیوں کے اختلاف کی مثال سے تعبیر کیا ہے۔ مولوی اسمٰعیل میرٹھی کہہ گئے ہیں ؎

حلقے میں قلندروں کے آکر
تحقیق تمام ہو گئی ہے

◎

سیالکوٹ — محمد اقبال

ضبط شدہ جائیداد واپس کی جائے

اتحاد عمل کے دوران ہو سکتا ہے، میجر اسحاق محمد

◎◎◎

پاکستان مزدور کسان پارٹی کے مرکزی صدر اسحاق محمد۔ پنجاب مزدور کسان پارٹی کے صدر مسٹر غلام نبی کلو۔ نائب صدر ملک دوست محمد بھچر۔ داؤد سلیمان صاحب۔ صوبائی جائنٹ سکریٹری عبداللطیف۔ پاکستان دیہاتی مزدور تنظیم کے سربراہ ملک آغا خان سہوترہ نے ایک مشترکہ بیان کے ذریعے صوبہ سرحد کے علاقہ مالاکنڈ اور شمالی ہشت نگر کے کسانوں اور کھیت مزدوروں کی وسیع پیمانے پر گرفتاری۔ خانہ تلاشیاں اور جھوٹے و فرضی مقدمات میں ملوث کرنے اور ان پر بہیمانہ تشدد کی مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ تشدد اور خوف و دہشت کی فضا کسانوں کی وسیع پیمانہ پر بے دخلیاں کرنے کے لئے اور سابقہ بیگار سسٹم کو نافذ کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس کی پاکستان کا کوئی بھی محب وطن شہری مذمت کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مشترکہ بیان میں بتایا گیا ہے کہ کسانوں کے گھروں پر چھاپے مارے جا رہے ہیں جس میں ان کی عورتوں کی بے عزتی کی جاتی ہے۔ گھر کا سامان توڑ پھوڑ دیا جاتا ہے اور اگر کسی کسان کے گھر سے ترقی پسند لٹریچر یا کتابیں برآمد ہوں تو اس کے خلاف مقدمہ درج کر کے اسے گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ ڈیرہ اسماعیل خان مزدور کسان پارٹی کے صدر محمود حسین بخاری کے گھر پولیس نے چھاپہ مارا اور پارٹی کا تمام لٹریچر اور مہر کلر اپنی تحویل میں لے لیا۔ اسی طرح متعدد کسان رہنماؤں کو مفرور قرار دے کر ان کی جائیدادیں ضبط کی جا رہی ہیں۔ صوبہ سرحد مزدور کسان پارٹی کے نائب صدر سید نطیف کاکا اور مزدور کسان پارٹی کے رہنما امیر محمد خان کے گھر کا سامان اور مویشی نیلام کر دیئے گئے ہیں اور اسی قسم کی اطلاعات سوات۔ دیر اور دوسرے علاقوں سے موصول ہو رہی ہیں۔ پولیس اور مقامی انتظامیہ نے نام نہاد مالاکنڈ کیس سازش کے نام پر مالاکنڈ اور ہشت نگر کے تین سو سے زائد کسانوں کے خلاف مقدمات درج کئے ہیں ان کی گرفتاریاں کی جا رہی ہیں اور ان کو وعدہ معاف گواہ بنانے کے لئے انتہائی بہیمانہ تشدد کیا جا رہا ہے ایک اطلاع کے مطابق دو کارکن تشدد کی وجہ سے دماغی توازن کھو بیٹھے ہیں۔ جس سے اس سازش کا اظہار ہوتا ہے کہ صوبائی حکومت مالاکنڈ سازش کیس کے نام پر مزدور کسان پارٹی کو کچلنے کی کوشش کر رہی ہے اور اس مقدمہ میں مزدور کسان پارٹی کے اکثر رہنماؤں کو ملوث کر کے جیلوں میں بند کرنے کی پالیسی پر عمل کر رہی ہے۔

بیان میں کہا گیا ہے کہ ایک پمفلٹ شائع کرنے کے الزام میں صوبہ سرحد مزدور کسان پارٹی کے رہنما مسلم شاہ ایڈوکیٹ این پی پی کے جنرل سکریٹری افراسیاب خٹک۔ سوشلسٹ پارٹی کے عبدالوحید ایڈوکیٹ اور دوسرے کئی کارکنوں کو گرفتار کر کے تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہے جس سے اس بات کا مزید ثبوت ملتا ہے کہ صوبہ سرحد کی حکومت محنت کشوں کی تحریک کو تباہ کرنے پر تلی ہوئی ہے اور ایسے حالات پیدا کر رہی ہے جس میں مزدور کسان، طالب علموں اور انقلابی دانشور و محب وطن عناصر خواتین۔ اجارہ دار و سرمایہ داروں، نوکر شاہی اور امریکی سامراج کے پٹھوؤں کی ملک دشمن اور قومی مفاد کے منافی کارروائیوں کے سدباب کے لئے جدوجہد نہ کر سکیں مذکورہ رہنماؤں نے ملک کے تمام محنت کشوں، انقلابی

طالب علموں، دانشوروں اور محب وطن عناصر اور محنت کشوں کی حامی پارٹیوں سے اپیل کی ہے کہ وہ سرحد کے کسانوں پختونوں اور ان کی سرپرست حکومت کے ظلم و تشدد کے خلاف آواز بلند کریں۔ مذکورہ رہنماؤں نے مرکزی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ نام نہاد مالاکنڈ سازش کیس کو ختم کر کے مالاکنڈ اور شمالی ہشت نگر کے گرفتار کسانوں کو رہا کیا جائے اور وارنٹ گرفتاری واپس لئے جائیں۔ سید نظیف کاکا کی نیلام شدہ جائیداد واپس کی جائے۔ پمفلٹ کیس میں گرفتار افراسیاب خٹک، مسلم شاہ اور دوسرے کارکنوں کو رہا کیا جائے۔

مشترکہ بیان میں کارکن صحافیوں کی جدوجہد کی مکمل حمایت کا بھی اعادہ کیا ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ پریس کی آزادی بحال کی جائے۔ سیاسی سرگرمیوں پر سے پابندی مکمل طور پر ختم کی جائے۔ عام انتخابات فوری کرانے کا اعلان کیا جائے۔

پچھلے دنوں مزدور کسان پارٹی کے مرکزی صدر اسحاق محمد صاحب سیالکوٹ تشریف لائے ان کے ہمراہ پنجاب پارٹی کے جنرل سکریٹری لطیف چوہدری تھے۔ انہوں نے طلبہ، مزدوروں اور کسانوں کے نمائندوں سے غیر رسمی ملاقاتیں کیں۔ ان کے مسائل سننے اور مقامی صورت حال کا جائزہ لیا۔ کسانوں نے اپنی پیداوار کی انتہائی کم قیمت کا ذکر کیا۔ دیہی پسماندگی کے مسائل بیان کئے کسان کارکن اور نوجوان طالب علم منور حسین نے بتایا کہ مالک زمیندار کو ایک گھماؤں (کلہ) مونجھی کی کاشت سے اخراجات نکال کر بمشکل ۱۵۰ روپے فی فصل بچتے ہیں اور اگر بے مالک کاشت کار ہو تو صرف مشقت ہی مشقت نظر آتی ہے آمدن کچھ بھی نہیں۔ اشرف قریشی نے کہا کہ صنعتی بدحالی ہے اور صنعت کار مزدور دل کے مسائل نہیں سمجھنا چاہتا اور ہنرمند مزدور طبقہ تنگ آ کر ملک سے باہر جانے پر مجبور ہے۔ ملکی مسائل کو حل کرنے کیلئے مزدور کسان پارٹی کے پروگرام اور جدوجہد کو سراہتے ہوئے اشرف قریشی نے کہا کہ یہاں فعال قیادت کا فقدان ہے۔ محنت کش طبقات کے مسائل اور ملکی معاشی اور سیاسی بحران کو حل کرنے کے لئے خالص عوامی جمہوری لائحہ عمل کی ضرورت ہے۔ سرجیکل انڈسٹریز کے غلام حسین جعفری پریشر گگر کے ملنگ شاہ نے صنعتی مزدوروں کے مسائل بیان کئے۔ لیبر لیڈروں کی موقع پرستی مالکان کی لیبر قوانین سے روگردانی کا ذکر کیا۔ طالب علم راہنما عبدالسلیم اور ظفر اقبال ناگرہ نے طالب علموں کے مسائل بیان کئے طلبہ کی راہنمائی کے لئے ترقی پسند قیادتوں کو توجہ دلانے پر زور دیا۔ ترقی پسند بزرگ رہنما نور شاہ نے کہا کہ ترقی پسند لوگوں کو عوام کی راہنمائی کرنا چاہیئے۔

طالب علم رہنما اور مزدور کسان پارٹی پنجاب کے جنرل سکریٹری لطیف چوہدری نے کہا کہ رجعت پسندوں کی سیاست اور سرمایہ داری کے بحران نے حالات اس قدر تیزی سے بدل دیئے ہیں کہ عوام شعوری لحاظ سے بہت آگے بڑھ گئے ہیں اور لیڈر پیچھے رہ گئے ہیں۔ قیادت اور راہنمائی کی اصل ضرورت تو لیڈر کو ہے۔ انہوں نے کہا ہماری تمام جدوجہد

دوست محمد بھچو

معیشت پسندی تک ہے۔ حالانکہ عوام کو سیاسی بالادستی کی ضرورت ہے کیوں کہ ملک کے تمام مسائل بالادستی طبقے کے دئیے ہوئے ہیں اسلئے آج عوام کو سیاسی قوت میں تبدیل ہونے کی ضرورت ہے۔ گذشتہ سیاسی عمل میں غریبوں غریب طبقوں کی حمائت کرنے کے باوجود انہیں سیاسی قوت نہیں بننے دیا گیا۔ غریب عوام اپنے آپ کو یکجا کریں اور سیاست میں خود حصہ لیں۔

آخر میں مزدور کسان پارٹی کے صدر میجر اسحٰق محمد صاحب نے کہا کہ جب اسلام آباد میں سیاسی تبدیلی آتی ہے تو عام دیہاتوں اور فیکٹریوں میں بھی تبدیلی آتی ہے۔ اس لئے مقامی مسائل کو حل کرنے کے لئے سیاسی مرکزیت کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے اور محنت کش طبقات کا سیاسی اقتدار بھی مسائل حل کر سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بائیں بازو میں وسعت نظری کی بہت ضرورت ہے کیونکہ اس سے عوام کے لئے کام کرنا ہوتا ہے۔ ہمارا ملک سامراجی گرفت میں جکڑا ہوا ہے اور سامراج کی زنجیریں توڑے بغیر انقلاب نہیں آ سکتا۔ انقلاب محض شخصیت بدلنے سے نہیں آتا۔ انقلاب پیداواری رشتوں کو بدلنے اور سماجی تبدیلیوں کا نام ہے۔ انقلاب کے لئے پہلے سوچ اور پھر عمل کی ضرورت ہے۔ آج کے خود دروشعور کا اٹھنا انقلاب کی ابتداء ہے یعنی بھوک کا احساس پیدا ہو گیا ہے۔ اب بھوک کا مسئلہ حل کرنے کا معاملہ ہے۔ تبدیلی شروع ہو چکی ہے۔ لیکن بین الاقوامی صورت حال کے حوالے سے۔ قومیتوں کی جدوجہد کے حوالے سے۔ بائیں بازو کے اتحاد کے متعلق بات کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ بائیں بازو کا اتحاد عمل میں ہی ہو سکتا ہے۔ ہم بایاں بازو اسے سمجھتے ہیں۔ جس کا عوام میں کام ہے اور جو بھی عوام کی سچی خدمت کر رہے ہیں اور انقلاب کے رستے پر چلنا چاہتے ہیں۔ ہم ان سے اتحاد کے لئے تیار ہیں۔

◎◎

کشمیری سیاسی لیڈروں اور سیاسی پارٹیوں کے نام کھلا خط

امان اللہ خان

سیکرٹری جنرل، جموں کشمیر محاذ آزادی

ہم جموں کشمیر محاذ آزادی کے ترجمان ماہنامہ وائس آف کشمیر انٹرنیشنل کے ذریعہ کشمیری لیڈروں اور کشمیری سیاسی پارٹیوں پر انتہائی کڑی تنقید کرتے رہے ہیں۔ اس تنقید سے ہمارا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ ہم کسی کی ذات پر کیچڑ اچھالیں۔ کسی کی تضحیک کریں یا کسی کی مخالفت برائے مخالفت کریں۔ اس تنقید سے ہمارا مقصد صرف اور صرف یہی رہا ہے کہ ہم کشمیری لیڈروں اور کشمیری سیاسی لیڈروں کو ان کے قومی فرائض کا احساس دلائیں اور یہ کھلا خط بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

ہم ریاست جموں کشمیر کے تمام حصوں کے لیڈروں اور سیاسی پارٹیوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ ریاست کی موجودہ صورت حال سے مطمئن ہیں جب کہ۔

(۱) ریاست کے عوام اپنے حق خودارادیت سے محروم ہیں۔

(۲) ریاست کی تحریک آزادی مکمل طور پر جمود کا شکار ہے۔

(۳) ریاست عملاً کئی حصوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔
(۴) ریاست کے مختلف حصوں کے عوام کو جسمانی اور نظریاتی طور پر ایک دوسرے سے دور کر دیا گیا ہے اور نظریاتی دوری دن بدن بڑھتی جا رہی ہے اور
(۵) ایک سیاسی اکائی کی حیثیت سے ریاست کا مستقبل تاریک سے تاریک تر ہوتا جا رہا ہے۔

اگر آپ کی طرف سے اس سوال کا جواب نفی میں ہے تو کیا آپ اس سلسلے میں اپنے قومی اور اخلاقی فرائض بخوبی انجام دے رہے ہیں۔ اگر نہیں تو کیا یہ آپ کا قومی اور اخلاقی فرض نہیں کہ آپ اپنا اور اپنی پارٹی کا محاسبہ کریں اور ایسا طریقۂ کار اختیار کریں جو ریاست کی موجودہ انتہائی پریشان کن صورتِ حال کو ختم کرنے۔ ریاست کی سیاسی جغرافیائی اور نظریاتی یکجہتی بحال کرنے اور ریاست اور اس کے ۸۰ لاکھ عوام کو ایک باعزت و باوقار مقام دلانے میں مؤثر کردار ادا کر سکے؟ ہمیں امید ہے کہ کشمیری لیڈر اور کشمیری سیاسی پارٹیاں ہماری اس انتہائی مخلصانہ گزارش پر سنجیدگی سے غور کر کے مناسب اقدامات کریں گی۔

ہم ریاست کے محبِ وطن صحافیوں، مخلص اور محب وطن سیاسی کارکنوں اور حریت پسند نوجوانوں سے بھی اپیل کرتے ہیں کہ وہ کشمیری لیڈروں اور سیاسی پارٹیوں کا محاسبہ کریں اور مختلف اور مناسب طریقوں سے انہیں اپنے قومی فرائض کا احساس دلائیں۔

ہم ہیں آپ کے مخلص
برائے جموں کشمیر محاذِ آزادی
(امان اللہ خان)
(سکریٹری جنرل)

چوہدری صاحب سیاسی انتقام کیلئے صبر سے کام لیں

انور دانش

یُوں تو گجرات میں بڑے بڑے صنعتی ادارے عرصہ دراز سے ملکی ترقی میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ اور حکومت کو لاکھوں روپے کا ٹیکس دینے کے ساتھ ساتھ ہزاروں مزدوروں کو روزگار مہیا کرتے ہیں لیکن بعض حکومتی لوگ انہیں قانونی تحفظ دینا تو کجا ان کی مخالفت میں پیش پیش ہیں۔ مارشل لا کابینہ کا قیام اور جناب چوہدری ظہور الٰہی کی نامزدگی۔ چوہدری صاحب کے کارناموں سے تو پاکستان کا بچہ بچہ واقفیت رکھتا ہے لیکن جہاں یہ حضرت ان اوصاف کے مالک ہیں۔ وہاں ان میں رقابت کا مادہ بھی کافی حد تک ہے۔ مارشل لا کابینہ بنی تو فٹ کانسٹیبل ترقی کر کے وزیر محنت، بلدیات بنا دیئے گئے تو اللہ کے سپاہی اور مسلم لیگ کے کج کلاہ اپنے سیاسی حریفوں سے انتقام لینے پر اُتر آئے اور گجرات۔ کنجاہ روڈ پر آباد تین چار محلوں دسوندھی پورہ فیض آباد، محمود آباد، امین آباد کے مکینوں سے جنرل ضیاء کے نام ہلال ٹینریز کے خلاف درخواستیں دلائیں اور وفدوں کی صورت میں ملاقات کا اہتمام بھی کروایا گیا۔ کہ جہاں مطالبہ ہے کہ "ہلال ٹینریز" کے پانی سے پینے کا پانی ناقص ہو چکا ہے اور اس لئے اس ٹینریز کو اٹھایا جائے۔ مطالبہ کرانے والوں کو اس بات کا خیال تک نہیں آیا ہے کہ اس ٹینریز میں سینکڑوں مزدور کام کر رہے ہیں اور اپنی محنت اور بہترین کارکردگی سے اعلیٰ قسم کی مصنوعات بناتے ہیں اور زرِ مبادلہ کمانے کا موجب بنتے ہیں۔ اور سینکڑوں خاندانوں کے ہزاروں لوگ اس ٹینری سے چل رہے ہیں۔ آج سینکڑوں طالب علم تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور کل ملک کے معمار بن سکتے ہیں لیکن ان کے دماغوں پر چوہدری صاحب کی دولت کا اثر اور دبدبہ ہے۔ وہ مزدوروں کے مسائل کو کیا سمجھ سکیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی واضح رہے کہ "ہلال ٹینریز" ۱۹۴۸ء کو قائم کی گئی تھی اور اُس وقت قریب قریب آبادی نام کو بھی نہ تھی۔ وقت کے ساتھ ساتھ جب لوگ آباد ہوتے تو چاہیئے تو یہ تھا بلدیہ ان کے گندے پانی کے نکاس کے لئے سیوریج سکیم کے تحت بندوبست کرتی لیکن ایسا نہ کیا گیا اور بغیر کسی منصوبہ بندی کے تعمیرات ہوئیں۔

"ہلال ٹینریز" کے مالکان نے پانی کے نکاس کے لئے ۱۰ ہزار فٹ اراضی حاصل کی تھی اور ٹینری کا پانی نالہ بھمبر میں گرانا جاتا تھا لیکن اس علاقے کے زمینداروں نے تعاون نہ کیا اور نکاس کا مسئلہ کھٹائی میں پڑا رہا اور جب ہلال ٹینری کو بلدیہ کی حدود میں شامل کیا گیا تو اس کے بعد بھی اس کے پانی کے نکاس کا بلدیہ کو خیال نہ آیا جب کہ "ہلال ٹینریز اور سروس انڈسٹریز" بلدیہ کو پانچ لاکھ روپے سالانہ ادا کرتے ہیں اور ایک کروڑ پچانوے لاکھ روپے سالانہ ٹیکس اور کسٹم دیا جاتا ہے اور تقریباً ۵ کروڑ روپے کا زرِ مبادلہ کمایا جاتا ہے۔ اور ٹینری کا مال بیرونِ ملک میں بھیجا جاتا ہے۔ جہاں تک ٹینری کے مسائل کا تعلق ہے ان کی طرف حکومت توجہ نہیں دے رہی ہے حالانکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کی طرف خصوصی توجہ دی جائے۔

پاکستان کسان تنظیم نے اپنے مطالبات منوالئے

گذشتہ دنوں شاہ تاج شوگر ملز اور پاکستان کسان تنظیم کے نمائندوں کے درمیان کسانوں کی مشکلات جو انہیں گنا بوتے اور کاٹنے کے بعد ملز ہذا میں لانے میں پیش آتی تھیں، پر بات چیت ہوئی۔ اور کسانوں نے اپنے ۱۳ مطالبات پر مشتمل ایک ڈیمانڈ نوٹس دیا تھا جسے مل انتظامیہ ماننے پر مجبور ہو گئی ہے۔ کسان نمائندوں نے جو حقوق حاصل کئے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱: مل انتظامیہ کھاد کی تقسیم کے لئے منڈی بہاؤ الدین میں ایک کے بجائے تین ایجنٹ مقرر کرے گی اور جو رقم انتظامیہ ملز کو کھاد کے کمیشن کی صورت میں وصول ہوتی ہے، اور اس رقم سے مٹی اور پانی کو ٹیسٹ کرنے کے لئے جلد ہی ایک لیبارٹری ملز میں قائم کرے گی۔ اور آئندہ کے لئے چھوٹے زمینداروں (۵ ایکڑ سے کم گنا کاشت کرنے والے) کو بھی شخصی ضمانت پر کھاد دی جائے گی۔

۲: ملز انتظامیہ آئندہ کے لئے کاشت کار کو گنے کی کاپی دیتے وقت ہر زمیندار سے فی کاپی ایک روپیہ وصول کیا کرے گی۔ اور وصولی کی باقاعدہ رسید دے گی۔

۳: ملز انتظامیہ پابند ہو گی کہ وہ آئندہ سیزن سے

ٹریکٹروں کے لئے ایک لائن کا اضافہ کرے اور ایکسیڈنٹ سے مل کا نقصان ہوجانے کی صورت میں اس کا ذمہ دار ٹریکٹر ٹھیکیدار ہوگا، اور اگر کوئی پرائیویٹ ٹریکٹر ہوگا۔ تو اس کے نقصان کی کٹوتی اس کے سی پی آر سے وصول کی جائے گی اور زمیندار ٹریکٹر مالک سے کٹوتی وصول کرے گا۔

۴: مل انتظامیہ اس بات کی بھی پابند ہوگی کہ وہ زمینداروں کے لئے بنائے گئے شیڈ کی چار دیواری بنوائے اور اس میں آرام کی سہولتیں مہیا کرے گی۔

۵: ملز انتظامیہ پابند ہے کہ وہ فرسٹ ایڈ کا سامان کنڈے پر مہیا کرے اور حادثے کی صورت میں مل کا ڈاکٹر مریض کو اٹینڈ کرے گا۔

۶: ملز انتظامیہ گنا تول ہونے کے بعد گنے کا ٹوکن دے گی اور زمیندار کو اختیار ہوگا کہ وہ دوسرے کنڈے پر دوبارہ وزن کرائے اور خالی گاڑی کا وزن کرانے کے بعد سی پی آر وصول کرے۔

۷: سپیشل انڈنٹ جاری نہیں کئے جائیں گے اور ماہانہ انڈنٹ کے پروگرام کی تشہیر کے لئے پروگرام کی کاپی نوٹس بورڈ پر چسپاں کرے گی اور ملز کو اختیار ہوگا کہ وہ ۲۵۰ من سے زائد گنا ٹرالی اور ٹرک سے اتار دے اور گڈے اور ریڑھے کا زیادہ سے زیادہ ۷۰ من تول کرے گی

۸: ملز انتظامیہ معاہدہ کی رو سے سیزن ۷۹-۱۹۷۸ء شروع ہونے سے قبل زمینداروں کو ہر قسم کی معلومات کے لئے ایک علیحدہ انکوائری آفس بنائے گی۔

۹: ملز انتظامیہ ملز میں واقع حبیب بنک لمیٹڈ بنک کی طرح باقی بنکوں سے جو گنے کی پیمنٹ کرتے ہیں پابند کرے گی۔ کہ وہ گنے کی ادائیگی کا اعلان ہونے کے بعد پانچ دن کے اندر اندر ادائیگی کریں اور گنے کی ادائیگی ہر پندرہ دن بعد کریں۔

۱۰: ملز انتظامیہ آئندہ کے لئے سپرے کرتے وقت چھوٹے کاشت کار کو دو روپے فی ایکڑ پہلے ریٹ میں رعایت کرے گی۔

۱۱: ملز انتظامیہ اقرار کرتی ہے کہ اس سال پیمنٹ کارڈ پر جو کٹوتی ہوئی ہے وہ زمینداروں کو واپس کرے گی۔ اور کٹوتی ہونے والے زمینداروں کی فہرست بھی مہیا کرے گی اور ۲۶ ہزار روپے کی ادائیگی مقررہ تاریخ کو پروگرام کے مطابق پاکستان کسان تنظیم کی موجودگی میں ہوگی۔

۱۲: ملز انتظامیہ پابند ہوگی۔ کہ وہ روڈ ٹیکس کی جمع شدہ رقم میں سے بنائی جانے والی سڑکوں میں پاکستان کسان تنظیم کے نمائندوں کے مشورے کے بعد مطلوبہ سڑکوں کی منصوبہ بندی کرے گی۔

۱۳: ملز انتظامیہ پابند ہوگی کہ وہ بنکوں کو ہر سی پی آر پر ایک روپیہ پچاس پیسے بمطابق معاہدہ وصول کرنے پر مجبور کرے گی۔ معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے والے بنک کے ذریعے ادائیگی بند کر دی جائے۔

◎

رپورٹ
روشن ملک

بھٹو کے لئے خون کا آخری قطرہ تک بہادینگے

۔ سنٹرل جیل میانوالی میں زیرِ حراست پیپلز پارٹی لاہور ڈسٹرکٹ زون ۳ کے ڈپٹی سیکریٹری جنرل جناب مسعود انور پیپلز پارٹی تحصیل راولپنڈی کے صدر راجہ محمد اکرم، وارڈ ۲۲ نیا محلہ راولپنڈی کے سیکرٹری آغا ریاض اور سید ظفر الحق نے اپنے ایک مشترکہ پیغام میں جناب بھٹو کی صحت دن بدن بگڑنے کی اطلاعات پر سخت تشویش کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حکومت کی غیر دانشمندانہ پالیسیوں سے عوام خصوصاً پیپلز پارٹی کے کارکنوں میں سخت بے چینی پھیل رہی ہے۔ اس سے حالات کے مزید بگڑنے کا خطرہ ہے۔ انہوں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ قائد عوام کی سلامتی کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں۔ انہوں نے حکومت پر زور دیا کہ پیپلز پارٹی کو ختم کرنے پر توجہ دینے کے بجائے وطنِ عزیز کی سلامتی کی فکر کریں۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حکمران پیپلز پارٹی کو ختم کرنے کے لئے جو مہم چلا رہے ہیں اس کے نتیجہ میں پارٹی عوام میں پہلے سے زیادہ مقبول ہو رہی ہے۔

● ساہیوال ضلع سرگودھا میں مقیم روزنامہ مساوات کے نمائندہ ڈاکٹر کاظم حسین پر گذشتہ دنوں زمینداروں کے پالتو غنڈوں نے قاتلانہ حملہ کیا۔ لیکن وہ بال بال بچ گئے۔ انہیں شدید زخمی حالت میں سرگودھا ہسپتال میں داخل کر دیا گیا ہے۔ قاتلانہ حملہ میں ملوث افراد کی اب تک گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔ ڈاکٹر کاظم حسین مزارعین اور غریب لوگوں سے متعلق خبریں مساوات میں شائع کراتے ہیں اور زمینداروں کے ظلم کی نقاب کشائی کرتے ہیں جس کی وجہ سے علاقہ کے زمیندار ان کے دشمن ہو گئے ہیں اور وہ انہیں ہلاک کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ جناب کاظم حسین ڈاکٹر بھی ہیں۔ وقوعہ کے دن دو افراد حسین اور عطا محمد انہیں اپنی بیمار بہن کے علاج کے بہانے اپنے گھر لے گئے تھے۔ وہ جب وہاں پہنچے تو ان پر چند غنڈوں نے حملہ کر دیا جس سے وہ شدید زخمی ہو گئے۔

● میانوالی سنٹرل جیل سے پانچ بھارتی قیدی جن میں دو سکھ اور تین ہندو شامل ہیں فرار ہو گئے۔ انہیں بھارت کے لئے جاسوسی کرنے کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا۔ وہ گذشتہ تین سال سے قید کاٹ رہے تھے انہیں ۱۴ ،۱۴ سال قید کی سزا دی گئی تھی۔ یہ پانچوں قیدی احاطہ نمبر ۹ کوٹھری نمبر ۸ میں زیرِ حراست تھے۔ انہوں نے رات کے دو بجے اپنی کوٹھری کی دیوار میں نقب لگائی اور پھر ۳۰ فٹ اونچی فصیل کو اپنی پگڑیوں کے ذریعہ پھلانگ کر فرار ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ بھارت کے یہ جاسوس جیل میں بڑے ٹھاٹھ باٹھ کی زندگی گذار رہے تھے۔ جیل حکام نے انہیں تمام سہولتیں فراہم کر دی تھیں۔ چند ماہ قبل ان کے قبضہ سے شراب کے ۹ مٹکے بھی برآمد ہوئے تھے لیکن ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی تھی۔ مفرور جاسوس قیدیوں کا اب تک سراغ نہیں لگایا جا سکا۔

● اسکولز ٹیچرز ایسوسی ایشن ضلع میانوالی نے خضدار کے ایک ٹیچر ثناء اللہ کی برطرفی کی سخت مذمت کی ہے۔ ایسوسی ایشن کے ایک اجلاس میں حکومت بلوچستان اور ڈسٹرکٹ ایجوکیشن افسر خضدار سے مطالبہ کیا تھا کہ ثناء اللہ کو ملازمت پر بحال کیا جائے۔ بتایا جاتا ہے کہ ثناء اللہ کو خضدار میں طلباء کے ایک جلوس میں شامل

ہونے کے الزام میں برطرف کیا گیا ہے۔ اجلاس میں کہا گیا کہ ثناء اللہ جلوس میں شامل نہیں تھے بلکہ وہ کچھ چیزیں خریدنے کے لئے بازار گئے تھے۔ پولیس نے طلباء کے جلوس پر فائرنگ کی تو ثناء اللہ کو بھی گولی لگی، جس سے وہ شدید زخمی ہو گئے۔ اجلاس میں مطالبہ کیا گیا کہ ثناء اللہ چونکہ پولیس فائرنگ سے زخمی ہو گئے تھے اس لئے حکومت کی طرف سے انہیں معاوضہ بھی ادا کیا۔

بوڑھے دانشور عوام سے کٹ چکے ہیں

بھٹو نے سامراج دشمنی کی اعلیٰ مثال قائم کی ہے

سحر گل، خٹک، پشاور

عوامی جمہوریت کا شمارہ ۲۹ اور سی آر اسلم صاحب کا حالیہ اخباری بیان جسے مقبوضہ پریس کے رجعت پرست اخبارات نے نمایاں سطروں میں شائع کیا ہے آپ کی نظر سے ضرور گزرا ہوگا۔ عوامی جمہوریت کے زیر تبصرہ پرچے میں بعنوان "نجی ملکیت کا خاتمہ ہی بحران کا حل ہے"۔ میں "لاہی" میں چھپنے والے ایک اداریے "بحران کا واحد حل" کو ہدفِ تنقید بنایا ہے اور رجعتی اخبارات میں شائع ہونے والے بیان میں حسبِ دستور جناب ذوالفقار علی بھٹو اور پاکستان پیپلز پارٹی پر جناب محترم سی آر اسلم صاحب حملہ آور ہوتے ہیں۔ میں ان دونوں بیانات اور مضامین کو ایک ہی سلسلے کی کڑی سمجھتا ہوں۔ سی آر اسلم صاحب کے نام اور شخصیت سے کون واقف نہیں۔ ہماری عمر سے زیادہ سی آر اسلم صاحب کا سیاسی تجربہ ہوگا۔ لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ ہمارے یہ بوڑھے دانشور حضرات اصطلاحات کے موٹے ثقیل الفاظ کے گھن چکر میں عام سیاسی حالات اور معروضی صورتِ حال سے یکسر ہٹ کر موضوعی سوچ اور زنگ خوردہ خیالات عوام پر مسلط کرنے کے نتیجے میں یہ دانشور ہمیشہ عوام سے کٹے رہتے ہیں۔ مختلف جرائد میں مقیدیہ "عظیم" لوگ جب بھی تجزیہ کرنے بیٹھتے ہیں تو سات آسمانوں کی خبر لے آتے ہیں، مگر اپنے قریب بدلتے ہوئے حالات کا ان کو مطلق احساس نہیں ہوتا۔

میں یقین سے کہتا ہوں کہ بائیں بازو کا ہر وہ اتحاد ناکام ہوگا جس میں پاکستان پیپلز پارٹی شامل نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ عوام کے اس ۹۰ فیصد حصے کو آپ کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں جو آج بھی بھٹو کے لئے کوڑے کھانے اور سزائیں بھگتنے کو تیار ہے۔ اس لئے کہ آج جناب ذوالفقار علی بھٹو اور پاکستان پیپلز پارٹی صرف اس لئے معتوب ہیں کہ بورژوا طرزی پارٹی ہونے کے باوجود اقتدار میں رہتے ہوئے انہوں نے سامراج دشمنی کا وہ کردار ادا کیا ہے کہ جس کی مثال برصغیر میں کوئی سیاسی پارٹی پیش نہیں کر سکتی۔ یاد رہے کہ یہ بات میں اقتدار اور حکومت کے حوالے سے کر رہا ہوں۔ اندرا گاندھی بھی یہ جرأت نہیں کر سکتی تھی کہ وہ کھلم کھلا امریکی سامراج کی مخالفت کرتی۔ یہ جناب بھٹو کا ہی حوصلہ ہے جو اب تک سامراج دشمنی کے موقف پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ آج بھی اگر بھٹو مصلحت اختیار کر لیں تو یہ ریاستی ادارے اسے پھر سلیوٹ کرنے لگیں گے۔ اس ضمن میں سی آر اسلم کی بھٹو دشمنی ہماری سمجھ سے باہر ہے۔

لاہی کا اداریہ کہ موجودہ بحران کا واحد حل انتخابات ہیں۔ موجودہ معروضی حالات کی روشنی میں بائیں بازو کے موقف کی بالکل صحیح ترجمانی کرتا ہے۔ یہ سی آر اسلم صاحب یہ اندازہ نہیں کر رہے ہے کہ اس ایک نعرے سے خائف قومی اتحاد کے بھگوڑوں نے مارشل لا کے سائے میں پناہ لے لی ہے اور اپنے ہر موقف سے وہ دست بردار ہو گئے ہیں۔ اور این ڈی پی ایک مصلحت کے تحت حکومت سے باہر رہنے پر مجبور ہے۔ کیونکہ وہ سیاسی میدان کو پاکستان پیپلز پارٹی، تحریکِ استقلال اور خاص کر بائیں بازو کے منتشر گروہوں کی طبع آزمائی کے لئے خالی چھوڑنا نہیں چاہتی، اور یہ بھی اسی سامراجی منصوبے کا ایک حصہ ہے جس کے تحت تحریکِ استقلال اور جمعیت العلمائے پاکستان نے اپنے آپ کو اتحاد سے الگ کر لیا تھا۔

یہ بات ہر ترقی پسند سمجھتا ہے کہ نجی ملکیت کا خاتمہ ہی بحران کا واحد حل ہے۔ مگر آپ بھینس کے آگے بین کیوں بجا رہے ہیں۔ ایک طرف تو آپ خود انتخابات کے اتنے حامی ہیں کہ ہر الیکشن میں امیدوار کھڑے کرتے اور بڑی شان سے اُن کو ہروا دیتے ہیں۔ صاحب کیا یہ سوشلزم کی جگ ہنسائی نہیں کہ جسارت، زندگی، اور دیگر چیتھڑے اپنے سیاسی تجزیوں میں لکھتے ہیں کہ سوشلسٹ پارٹی نے سائنٹیفک سوشلزم کے نام پر دو فیصد ووٹ بھی حاصل نہیں کئے۔ سوشلزم کو بدنام کرنے کے ذمہ دار آپ ہیں یا بھٹو صاحب؟

بھٹو کو کوئی بھی عام آدمی مارکسسٹ یا لیننسٹ نہیں سمجھتا لیکن اس کی سامراج دشمنی اور اور عوام دوستی کی بنا پر پاکستان کے بہت سارے دانشوران لوگوں کے مقابلے میں اسے دیوانگی کی حد تک چاہتے ہیں۔

برسبیل تذکرہ یہ بھی بتاتے جائیے کہ الفتح اور لاہی کی سرکولیشن کیا تھی اور اب پربھات کی سرکولیشن کیا تھی اور اس کے مقابلے میں "عوامی جمہوریت" کا حلقہ کتنا وسیع ہے۔ اور الفتح، لاہی اور پربھات بند کیوں ہوئے۔ آخر کیوں! اور عوامی جمہوریت "بھٹو دشمن اشتراکی" تجزیوں کے بعد بھی قابل گرفت نہیں۔

ہیں کواکب کچھ، نظر آتے ہیں کچھ

این ۔ ایس ۔ ایف پاکستان آمریت کے خلاف لڑتی رہے گی

این ایس ایف پاکستان فیڈرل ٹاؤن یونٹ کے عہدیداران کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ جس کے مطابق اخلاق احمد صدر، سمیع خان نائب صدر۔ جاوید رضا جنرل سیکریٹری۔ عبدالقدیر جائنٹ سیکریٹری۔ طارق نیازی سیکریٹری اطلاعات، نصیر احمد، منیر احمد، عبدالرؤف، سیلم اثر، فیاض حسن اور ظفر اقبال کاشف مجلسِ عاملہ کے ممبر منتخب ہوئے۔ اجلاس سے عہدیداران کے علاوہ این ایس ایف پاکستان کے مرکزی سیکریٹری اطلاعات وقاص بٹ این ایس ایف ضلع ساہیوال کے صدر احتشام اکبر، این ایس ایف ضلع ساہیوال کے جنرل سیکریٹری قسور بٹ، طالب علم رہنما ظفر اقبال کاشف شاہد ملک اور حمد نواز بھٹی نے خطاب کیا۔

مقررین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ این ایس ایف پاکستان کے جیسے دن سے آج تک ہر قسم کے کٹھن حالات میں مظلوم طبقات کی نجات اور محنت کی حاکمیت قائم کرنے کے لئے جدوجہد کرتے رہے ہیں اور آج بھی جب جمہوریت کے تمام دعوے دار اور نام نہاد ترقی پسند آمریت سے سمجھوتہ کر بیٹھے ہیں یا ایک شخصیت کے لئے عوام کے تمام مسائل سے آنکھیں چُراتے بیٹھے ہیں۔ صرف این ایس ایف پاکستان ہی وہ طلباء تنظیم ہے جس نے ملک گیر بنیادوں پر آمریت کے خلاف نبرد آزما رہنے کا اعلان کیا ہے۔ در حقیقت جس کا پروگرام اور طریقہ کار تمام طلباء اور عوام نے سراہا ہے۔ سندھ میں این ایس ایف کے پروگرام کی فتح کے بعد پنجاب میں بھی این ایس ایف پاکستان کا پروگرام طلباء کے دلوں کی دھڑکن بن چکا ہے اور آئندہ طلباء انجمنوں کے انتخابات میں رجعت پرستوں کو شکستِ فاش دے کر این ایس ایف پاکستان اپنے حقائق پر مبنی سائنسی بنیادوں پر تعمیری پروگرام کی برتری ثابت کر دے گی۔ انہوں نے کہا کہ پنجاب کے طلباء میں ترقی پسند نظریات کی مقبولیت دیکھ کر آمریت کے ستون ہلنے شروع ہو گئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ انتظامیہ جماعت اسلامی کی لے پالک بچہ تنظیم کو جتوانے کے لئے ہر قسم کے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر رہی ہے۔ ترقی پسند طلباء کی گرفتاری، انتخابات میں حصہ لینے کا مشروط طریقہ کار اور طلباء اور ملک و قوم کے مسائل پر بولنے پر پابندی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے انہوں نے کہا کہ طلباء پاکستانی سماج کے فرد ہیں لہٰذا سماج کے شہری ہونے کی حیثیت سے ہر عوام دشمن اقدام جاگیرداری، سرمایہ داری اور سامراجی اثر و نفوذ کے خاتمہ تک جدوجہد جاری رکھیں گے۔

حکمران نوجوانوں کو ایک خاص سمت لیجانا چاہتے ہیں

انقلابی محاذ طلبا ۔ میانوالی

اس وقت طلباء سخت بے چینی کے شکار ہیں اور معیارِ تعلیم روز بروز گر رہا ہے۔ موجودہ نظامِ تعلیم کا رواج انگریزوں کے آنے سے ہوا کیونکہ انگریز غیر ملکی حملہ آور تھے۔ اس لئے انہوں نے یہاں ایسا نظامِ تعلیم وضع کیا جس سے ایسے کلرک پیدا ہوں۔ جو ذہنی طور پر مفلوج اور فکری اعتبار سے غلام ہوں۔ اس لئے انہوں نے یہاں مادری زبانوں کو کچل کر انگریزی کو رواج دیا اور ہم کو اپنے قومی شاعروں وارث شاہ، بلھے شاہ، سلطان باہو، غلام فرید، شاہ لطیف، سچل سرمست سے دور کر دیا۔ انگریزوں کی مرتب کردہ تاریخ میں سابقہ حکمرانوں کی تعریف کر کے زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے گئے۔ جس سے ہم قومی مشاہیر دُلا بھٹی، احمد کھرل کھرکھر اور لنگاؤں کی بہادری کے کارناموں کو بھول گئے ہیں۔ اپنی تاریخ و تہذیب اور ادب سے دور کرنے کے علاوہ جذبۂ حب الوطنی، خود اعتمادی اور فطری صلاحیتوں کو دبانے کے لئے اسکولوں میں ڈنڈوں کو قانونی حیثیت دی۔ اس طرح نوجوان پود میں تحقیق و جستجو کا جذبہ ختم کر دیا گیا۔ فطری صلاحیتوں کو دبا دیا گیا اور ایسے لوگ پیدا کیے گئے جو ذہنی طور پر غلام، سرکار پرست اور کلرک تھے۔

آزادی کے بعد بھی حکمرانوں اور حکمران طبقوں، جاگیرداروں اور سرمایہ داروں نے تعلیم میں کوئی تبدیلی نہ کی۔ اور اس کو قومی تقاضوں کے مطابق نہ ڈھالا۔ کیونکہ حکمرانوں اور حکمران طبقوں کو یہ خدشہ ہے کہ اگر نوجوانوں میں آزادی اور قوم پرستی کا جذبہ ابھرا۔ تو جہاں سامراجی مفادات کو ٹھیس پہنچے گی۔ وہاں ان کی لوٹ مار بھی ختم ہو جائے گی۔ اور ابھی تک ہمارے ملک میں کلرکی اور غلامی کی تعلیم جاری ہے۔ ان طبقات نے طلباء میں بڑھتے ہوئے شعور کو روکنے کے لئے مذہب کے مقدس نام کو ڈھال کے طور پر استعمال کر کے اسلامی جمعیت طلباء کی بنیاد رکھی۔ اور اس جماعت نے طلباء کے حقوق کی جنگ لڑنے کی بجائے طلباء کی طاقت کو بنگلہ دیش نامنظور، کرش انڈیا وغیرہ کے نعرے دے کر ضائع کیا اور طلباء کے مفادات کو مسلسل نقصان پہنچایا جیسے ہمارے کالج میں الیکشن کے موقع پر پہلے جمعیت نے الیکشن کی مخالفت کی پھر جب تاریخ مقرر ہوئی۔ تو ان کا کوئی امیدوار میدان میں نہ ہونے کے باوجود عدالت سے حکمِ امتناعی حاصل کیا۔ جب طلباء میں اشتعال پیدا ہوا۔ تو اپنی درخواست خود واپس لی۔ اور اپنا تھوکا خود چاٹا۔ ان واقعات سے یہ ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ یہ لوگ کس طرح سامراج اور سامراجی دلالوں کی حفاظت کے لئے طلباء کے مفادات سے کھیل رہے ہیں لیکن اس سے بھی حکمرانوں کا پورا کام نہ چلا تو تعلیم مہنگی کر دی۔

کہ دنیا میں ہونے والے واقعات کا ایک خاص پس منظر ہوتا ہے۔ تو طلباء میں بے چینی اور معیارِ تعلیم کے گرنے کا مندرجہ بالا خلاصہ ہی پس منظر ہے۔ کیونکہ حکمران طبقات نوجوان پود کو ایک خاص سمت میں لے جانا چاہتے ہیں۔ طالب علم اس سمت سے باغی اور انکاری ہیں۔ تو معیارِ تعلیم کو بلند کرنے اور بے چینی کو ختم کرنے کے لئے یہ لازمی ہے کہ ہم تعلیم کو سستا کرانے، غیر ملکی زبانوں کو اختیاری اور ذریعہ تعلیم مادری زبانوں میں کرانے اور فطرتی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے، ڈنڈا شاہی کو ختم کرانے، دھرتی سے پیار اور اپنے ادب و تاریخ سے واقفیت، تعلیم کو قومی تقاضوں کے مطابق ڈھالنے، کلرک پیدا کرنے کی بجائے فنی تعلیم کو جاری کرانے اور سامراج اور اس کے ایجنٹوں، جاگیردار، سرمایہ دار سے جو ہماری قومی دولت کو لوٹ رہے ہیں۔ آزادی حاصل کرنے کے لئے یک جان ہو کر جدوجہد کریں تاکہ ہم بھی دوسرے انقلابی ملکوں کی طرح ترقی کریں اور خوشحال زندگی بسر کریں۔

اب الیکشن کے نام سے ہی کپکپی طاری ہوجاتی ہے

عبدالخالق مرزا — بہاولپور

پاکستان قومی اتحاد اب انتشار کا شکار ہے یہ کوئی خاص بات نہیں۔ ایسا ہونا ہی چاہیئے تھا۔ جس "طاقت" نے انہیں تحاد کرنے پر مجبور کیا تھا۔ اسی طاقت نے یہ اتحاد ختم کر دیا۔ لیکن اتحاد کی پارٹیوں نے عوام کے ساتھ جو ڈرامہ کھیلا ہے۔ اس پر قوم اسے کبھی معاف نہیں کرے گی۔ انہیں ایک نہ ایک دن عوام کی عدالت میں آنا پڑے گا۔ اور قوم حساب لے گی اس بات کا علم اتحاد کی ہر پارٹی کو ہے۔ اسی خوف سے پی این اے کے لیڈر الیکشن کی بات کرتے وقت کانپتے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ انہوں نے قوم کو جو جناب بھٹو کی قیادت میں اپنی منزل کی طرف بڑھ رہی تھی بھٹکا کر پستی کی طرف ڈال دیا ہے۔ آج قوم سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے شکنجے میں پھنس چکی ہے۔ اسمبلیاں ویران پڑی ہیں جہاں قوم کی قسمت کا فیصلہ ہوتا تھا۔ آج محلات آباد ہیں جہاں سرمایہ دار اور جاگیردار مل کر قوم کے حقوق غصب کرنے کی سازشیں کر رہے ہیں۔ انکو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ یہ لوگ الیکشن کے نام سے تھر تھراتے ہیں اور عوام کے احتساب سے بچنے کے لئے عجیب وغریب تاویلیں پیش کرتے ہیں۔

مفتی صاحب یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ عبوری حکومت میں شامل ہو کر عوام کے احتساب سے بچ جائیں گے۔ تو وہ غلط فہمی کے شکار ہیں۔

عوام اب ۷، مارچ ۷۷، ۱۹ء سے بھی زیادہ باشعور ہو چکے ہیں۔ اب عوام کو معلوم ہے کہ کس نے جمہوریت کی خدمت کی اور کس نے مارشل لا کی خدمت کی وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ کون ملک میں جمہوریت لایا اور کون ہے جس نے مارشل لاء کو دعوت دی۔

ایک وقت تھا کہ جب ذوالفقار علی بھٹو اتحاد کے لیڈروں سے کہہ رہے تھے کہ الیکشن ۸ راکتوبر ۷۷، ۱۹ء کو دوبارہ کرا دیئے جائیں گے تو یہ لیڈر شور مچاتے تھے تحریک چلانے کی دھمکیاں دے رہے تھے اور الیکشن اگست ۷۷، ۱۹ء میں کرانے کا مطالبہ کر رہے تھے لیکن آج الیکشن ۱۹۷۹ء اور ۱۹۸۲ء میں کرانے کی بات ہو رہی ہے تو جمہوریت کے مصنوعی چیمپئن بھیگی بلی بنے بیٹھے ہیں۔

آزادیٔ صحافت کیلئے بھی بڑے بڑے دعوے جناب بھٹو کے دور میں یاد آتے تھے آج صحافیوں پر کوڑے برسائے جا رہے ہیں۔ ان کو مارشل لاء کے قوانین کے تحت بند کیا جا رہا ہے۔ اس کے باوجود پی این اے کے لیڈر ایسے خاموش ہیں جیسے انہوں نے اس کے بارے میں کبھی کچھ کہا ہی نہیں۔ یا جانتے نہیں ہیں۔ پی این اے والوں کا اصل مقصد پیپلز پارٹی کو ختم کرنا ہے۔ وہ جانتے ہیں جب بھی الیکشن ہوتے پیپلز پارٹی برسراقتدار آجائے گی۔ اسی لئے بڑے بڑے سرمایہ دار اور جاگیردار بھی پی این اے کی بھرپور مدد کر رہے ہیں کیونکہ انہیں بھی صرف پیپلز پارٹی سے خطرہ ہے۔

یہ سب کچھ عوام کے خلاف ایک سازش ہے۔ پی این اے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے ساتھ مل کر اس کو مکمل کرنا چاہتی ہے لیکن اب عوام ان کے سب ہتھکنڈے سمجھ گئے ہیں ان کے خاتمہ کا وقت قریب آتا جا رہا ہے۔ وہ وقت دور نہیں جب عوام سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کو نکال باہر پھینک دیں گے اور اس ملک میں عوام کا راج ہوگا۔

بقیہ: حسین نقی کا کالم

صنعت کی وزارت، بھٹو کی ناپسندیدہ پالیسیوں سے ہٹ کر اس طرح چلائی جا سکے کہ صنعتی پیداوار میں اضافہ ہو، مزید صنعتیں قائم کی جائیں اور اسلامی نظام کے عظیم علمبردار سرمایہ باہر جانے کے بجائے اندرون ملک سرمایہ کاری کریں پہلے پروفیسر خورشید معاشی منصوبہ بندی کے بیلوڑے یا پالنے میں تو اپنے پاؤں دکھائیں۔ پانچ دس سال کی باتیں تو بعد کی باتیں ہیں۔

اب چند مختصر مسائل۔ ہمارے وزیر اطلاعات نے کہا ہے کہ وہ اصولی آدمی ہیں اور اصل سے وہ صحافیوں کی منتخب اور نمائندہ قیادت سے بات چیت کریں گے اور انہوں نے ہر سطح پر بیشتر "بلامقابلہ منتخب" ہونے والی جعلی پی ایف یو جے کی قیادت کو اس ضمن میں دعوت بھی دیدی ہے۔ کیا ہم ان سے یہ پوچھیں کہ حضور والا ہماری قیادت کے متعلق تو منتخب اور نمائندہ ہونا اس قدر ضروری ہے کہ مارچ ۷۷، ۱۹ء سے بھی زیادہ دھاندلی والے جعلی انتخابات میں "بلامقابلہ منتخب" ہونے والے ہی ہماری نمائندگی کر سکتے ہیں لیکن پاکستان کی نمائندگی کے لیے سرکار کی سرکار غیر منتخب اور غیر نمائندہ حکومت اور کابینہ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ جواب کا شدت سے منتظر رہوں گا۔

ڈیسائی کی حمایت حماقت تھی

بھارت کی جنتا پارٹی کے معمر رہنما جے پرکاش نرائن نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ انہوں نے مارچ ۱۹۷۷ء میں مرارجی ڈیسائی کی حمایت کر کے زبردست حماقت اور سیاسی غلطی کا ثبوت دیا ہے۔ کیونکہ وزیراعظم کی حیثیت سے انہوں نے سخت مایوس کیا ہے۔ جنتا پارٹی نے جو سماجی، سیاسی اور اقتصادی پروگرام دیا تھا اس کو نظرانداز کر دیا گیا۔ نوجوانوں کی صلاحیتوں کو ملک و قوم کے مفاد میں استعمال نہیں کیا گیا۔ ڈیسائی پر ان کے لڑکے کی وجہ سے بدعنوانی کے الزامات عائد کئے گئے ہیں چرن سنگھ اور مرارجی ڈیسائی کے درمیان محاذ آرائی سے ڈیسائی آتی سولیشن کے شکار ہیں۔

الحاج رئیس غلام قادر ڈاہری کی برسی

وادیٔ مہران کی ممتاز و معروف سیاسی، سماجی و انسان دوست شخصیت الحاج رئیس غلام قادر ڈاہری کی ۲۶ اگست ۱۹۷۸ء کو ان کے آبائی قصبہ ہبیری تحصیل مورو ضلع نواب شاہ میں دسویں برسی نہایت عقیدت و احترام سے منائی گئی۔

ٹھیک دس برس قبل ۱۹۶۸ء میں ۲۶ اگست کی صبح اس شہید اصول کو نواب شاہ کی ایک مقامی عدالت کے احاطے میں ایک شقی القلب نے گولی کا نشانہ بنا دیا تھا۔ جس کے بعد سے مرحوم کے فرزندان الحاج رئیس الٰہی بخش اور رئیس الٰہہ بخش اپنے شہید والد کی ہر سال باقاعدگی سے برسی مناتے ہیں برسی کے موقعہ پر پاکستان کے طول و عرض سے مرحوم کے عقیدت مند، دوست و احباب سینکڑوں کی تعداد میں شریک ہو کر ان کی آخری آرام گاہ پر عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔

الحاج غلام قادر خان ڈاہری مرنجان مرنج شخصیت کے مالک تھے۔ ان کا چہرہ ہر وقت تبسم ریز دکھائی دیتا تھا۔ سادہ طبیعت، حق گو اور نہایت بیباک قسم کے منش تھے۔ ان کی فیاضی اور دریا دلی کی آج بھی فخر سے مثالیں دی جاتی ہیں اور جب تک یہ دنیا قائم ہے وہ ہزاروں افراد یتیم، نادار، بیوائیں اور بے کس لوگ انہیں عقیدت اور محبت سے یاد کرتے رہیں گے جن کی مرحوم اپنی زندگی میں سرپرستی فرمایا کرتے تھے اور آج بھی ان کے نوجوان فرزندان نے اس سرپرستی کو برقرار رکھا ہوا ہے۔

مرحوم انتہائی با اصول، منصف مزاج اور علم دوست انسان تھے۔ ان کی ذاتی لائبریری میں ادب، تواریخ، حکمت، دینیات، قانون اور معلومات عامہ و مختلف موضوعات پر مبنی کتب کا بڑا ذخیرہ موجود رہتا تھا جو آج بھی قائم ہے۔ آپ ایک مثالی زمیندار تھے ضلع میں سب سے پہلے فارمنگ سسٹم کی بنیاد پر انہوں نے زمینوں کی کاشت کرائی۔ انہوں نے اپنے قصبے میں ایک دینی مدرسہ اور تعلیمی درسگاہ قائم کر رکھی تھی جس میں بڑے بڑے عالم و صاحب دانش درس و تدریس دیا کرتے تھے۔ عالموں، دانشوروں اور علم دوست انسانوں کی بہت قدر کیا کرتے تھے۔ سینکڑوں بیواؤں کی کفالت یتیم بچوں کی پرورش و تعلیم اور غریب بچوں کو وظائف دینے میں ہمیشہ سرگرم رہتے۔

یہ واحد زمیندار تھے جن کے ہاری ترقی پا کر زمینوں کے مالک بنے۔ رئیس مرحوم یاروں کے یار تھے۔ خلق اور ملنساری کا یہ عالم تھا کہ جس سے بھی ملتے اُسے ایک ہی ملاقات میں گرویدہ بنا لیتے۔ انہوں نے سادگی کو اپنی زندگی کا شعار بنائے رکھا۔ چور اور چوری کے سخت دشمن تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انہی کے علاقے اور اس کے اطراف کبھی چوری نہیں ہوتی۔ منصف بھی ایسے کہ اگر اپنا لخت جگر بھی قصوروار ٹھہرے تو اس کے خلاف فرد جرم عائد کرتے ہیں کبھی باک محسوس نہ کرتے۔ پابند صوم و صلوٰۃ اور شکار کے رسیا تھے۔ اگر جنگل میں بھی نماز کا وقت ہو گیا تو گاڑی روک کر پہلے یہ فرض ادا کرتے اور پھر سفر۔ ان کا ایمان تھا کہ موت و زندگی کا دن معین ہے جسے کوئی کسی بھی حیلے بہانے سے نہیں ٹال سکتا۔ محنت کش طبقوں کے متعلق آپ کی یہ رائے تھی کہ زندگی کی یہ حرارت، شہروں کی چکا چوند، یہ سبزہ و لالہ زار، یہ تعمیر و ترقی سب ہی کچھ محنت کشوں ہی کے دم سے تو قائم و دائم ہے۔ اس لئے ان ہی لوگوں کو اس کا مناسب صلہ نہ ملے، ان کی عزت نفس برقرار نہ رہنے دی جائے اور معاشرے میں ان کو باعزت مقام سے محروم کر دیا جائے تو یہ ایک ناقابل معافی فعل اور ان کے ساتھ ظلم ہو گا۔ آپ کا قول تھا کہ "یا کسی کے ہو جاؤ"، یا کسی کو "اپنا بنا لو۔" ایک بار اپنا کہو تو توڑ تک نبھاتے چلے جاؤ یا پھر اپنا ہی مت کہو۔

آپ نے زندگی بھر مجبوروں اور مظلوموں کی مدد اور دلجوئی کی۔ جو کام نچلی سطح سے طے ہوتے ہوتے وہ اونچی سطح پر ہرگز نہ کراتے۔ بہت بڑی شخصیت کے مالک ہونے کے باوجود آپ نے خود کو کبھی کسی سے بڑا نہیں سمجھا اور نہ ہی اپنے سے چھوٹوں کو کمتر تصور کیا۔ بڑوں کی عزت اور چھوٹوں سے محبت کے قائل تھے۔ آپ کے در سے کبھی کوئی سوالی خالی نہیں گیا۔ کسی کی مدد کرتے تو بھرپور طریقے سے کرتے اور کبھی بھولے سے بھی زبان پر نہ لاتے۔ وہ کہتے تھے اپنے سے کمزوروں پر رحم کرنے سے خداوند قدوس راضی ہوتا ہے۔ اس لئے دنیا و عاقبت میں سرخرو اور باعزت بننا ہے تو غریبوں کی مدد، عزت اور دلجوئی کرو۔ آپ کی نگاہ میں سب سے برتر موت شہادت کی تھی جو کہ انہیں نصیب ہوئی۔ مرحوم کے بعد آپ کے فرزند اپنے شہید والد کے انصاف، بیباکی اور حق گوئی کے مشن کی تکمیل میں برسرپیکار ہیں۔ خاص طور پر آپ کے بڑے صاحبزادے رئیس الٰہی بخش بالکل اپنے جیالے والد کے نقش قدم پر گامزن ہیں اور ہزاروں بے کسوں، مجبوروں، لاچاروں اور معصوموں کے دل ان کے لئے شب و روز دھڑکتے دکھائی دیتے ہیں۔

پی ایف یو جے اور اپنک کے 8 نکات

پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈی ننس سمیت تمام سیاہ قوانین ختم کئے جائیں، اخبارات اور اخباری کارکنوں کے خلاف غیر معمولی قوانین کے تحت کارروائی نہ کی جائے اگر ان کے خلاف کارروائی مقصود ہو تو عام قوانین کے تحت عام عدالتوں میں کی جائے

ہفت روزہ الفتح کراچی، ہفت روزہ معیار کراچی، دیگر اخبارات اور جرائد کی جبری بندش ختم کی جائے، اخبارات اور جرائد کو پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈی ننس کے تحت ضمانت طلبی کے جو نوٹس دیئے گئے ہیں، وہ واپس لئے جائیں۔

تمام گرفتار شدہ اخباری کارکنوں، مزدوروں، ہاریوں اور طلباء کو رہا کیا جائے، اور انہیں دی گئی سزا ختم کی جائے۔ نیشنل پریس ٹرسٹ کے اخبارات کے برطرف کئے جانے والے تمام اخباری کارکنوں کو ملازمتوں پر بحال کیا جائے

دس فیصد مصارف زندگی الاؤنس جون ۱۹۷۴ سے بمعہ بقایاجات ادا کیا جائے

بڑھتی ہوئی مہنگائی کے پیش نظر پچاس فیصد اضافی تنخواہ الاؤنس دیا جائے

کرایہ مکان کی شرح پندرہ فیصد سے بڑھا کر بنیادی تنخواہ کے ۵۰ فیصد کی شرح سے دیا جائے۔

روز افزوں مہنگائی کے پیش نظر ہر سال مہنگائی کی شرح سے تنخواہوں میں اضافہ کیا جائے۔ اس کے تعین کا کام ویج بورڈ پر عملدرآمد کے ٹریبونل کو تفویض کیا جائے

ویج بورڈ پر عمل درآمد کے ٹریبونل کی کارکردگی کو مزید بہتر اور موثر بنایا جائے اور اس میں مزید دو ججوں کا اضافہ کیا جائے تاکہ تیزی سے مقدمات کا فیصلہ ہو سکے۔

قوم ایک
ذہنی اذیت
اور
بے یقینی کی
کیفیت سے
دوچار ہے

بے نظیر بھٹو کا پیغامِ عید • صفحہ ۲۱ پر دیکھئے